پُرانی کتابوں کی خوشبو
(شاعری)
ترنّم ریاض
Meer Zaheer Abass Rustmani
ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی

ترنّم ریاض کی شعری کائنات مظاہرِ فطرت سے لے کر انسانی مسائل اور انسانی رشتوں کی گوناگوں کیفیات کی فنکارانہ تجسیم سے وابستہ ہے لیکن اس عمل میں نہ تو وہ موضوعات کی میزان سازی کرتی ہیں اور نہ ہی کوئی اشتہاری اعلان نامہ تیّار کرتی ہیں۔ان کی نظمیں اپنے متنوّع دائرۂ کار میں انسانی ردِ عمل کی انتہائی نرم و نازک مثال ہیں اور منطقی نتائج مرتّب کرنے کے بجائے قاری کے دل میں جمالیاتی کیف و انبساط کی روشن فضا خلق کرتی ہیں۔وہ نظم کو ایک نامیاتی اکائی کے روپ میں دیکھتی ہیں اور بکھراؤ اور لسانی انتشار سے گریز کرتی ہیں۔غالباً اِسی لئے ان کی نظمیں محض 'تحریریں' نہیں ہیں بلکہ متکلّم تصویریں ہیں۔

ترنّم ریاض بعض اوقات دیگر زبانوں کی اصنافِ سخن میں بھی طبع آزمائی کرتی ہیں۔شاعر ہونے کے علاوہ کامیاب افسانہ نگار اور ناول نویس بھی ہیں،انسانی ہمدردیوں سے معمور ہیں اور بڑی دلآویز باوقار تخلیقی شخصیت رکھتی ہیں۔

(بلراج کومل)

موتی چھوڑ کے سیپی چن لیتے ہیں بچّے
چاند کی خاطر بھی یہ پھول مچل جاتے ہیں

ترنّم ریاض

وَ لاَ تَقُولَنَّ لِشَایٔءٍ اِنِّی فَاعِلٌ ذَالِکَ غداًo

(اور آپ کسی کام کی نسبت یوں نہ کہا کیجئے کہ میں اس کو کل کروں گا)

پرانی کتابوں کی خوشبو

پرُانی کتابوں کی خوشبو

(شاعری)

ترنّم ریاض

ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی ۶

PURANI KITABON KI KHUSHBOO

(Poetry)

by

Tarannum Riyaz

Year of 1st Edition 2005
ISBN 81-8223-154X

Price Rs. 125/-

نام کتاب	پرانی کتابوں کی خوشبو
شاعرہ و ناشر	ترنم ریاض
شاعرہ کی تصویر	پروفیسر ریاض پنجابی
زیرِ اہتمام	محمد مجتبیٰ خان
سرورق	میران
تعداد	۴۰۰
کمپوزنگ	محمد سالم، محمد عمر کیرانوی
سنِ اشاعت اول	۲۰۰۵ء
قیمت	۱۲۵ روپے
مطبع	عفیف آفسیٹ پرنٹرس، دہلی

EDUCATIONAL PUBLISHING HOUSE

3108, Vakil Street, Kucha Pandit, Lal Kuan, Delhi-6 (INDIA)
Ph : 23216162, 23214465, Fax : 091-011-23211540
E-mail : ephdelhi@yahoo.com

انتساب

والدِ محترم چوہدری محمد اختر خاں

(سابقہ کپتان ہندوستانی فضائیہ)

کی تربیت

اور

شفقت کے نام

☆☆

ظلمت کدے میں میرے شبِ غم کا جوش ہے
اک شمع ہے دلیلِ سحَر، سو خموش ہے

(مرزا غالبؔ)

☆☆

ترتیب

☆☆

پیشِ لفظ

(نظم — کہیں کوئی نہیں)

یہ کس نے بوئی ہیں چنگاریاں تیری زمینوں میں
یہ کس نے آگ سی سلگائی ہے معصوم سینوں میں
کوئی ویران موسم آبسا بارہ مہینوں میں
کہ جیسے ہوں نہ تاثیریں ہی اب جھکتی جبینوں میں

کسی نے باغباں بن کر جلایا مرغزاروں کو
کسی نے سائباں بن کر اجاڑا ہے بہاروں کو

خزاں نے دیکھ ڈالا گھر ترے سب لالہ زاروں کا
نشاط و چشمہ شاہی ، ڈل ، ولر کا شالماروں کا
ترے جھرنوں ، پہاڑوں ، ندّیوں کا، آبشاروں کا
سکوں کے ہر خزانے پر ہے پہرا شاہماروں کا

سبھی تیری زمیں پر چاہتے ہیں آسماں اپنا
جڑوں کو گھُن لگا کر ٹہنیوں پر آشیاں اپنا

تری ہر آبجو میں سمِّ قاتل کیوں ملایا ہے
ترے سب گلشنوں کو کس نے گورستاں بنایا ہے
یہ بلبل کے سریلے گیت کو کس نے ڈرایا ہے
دھنک رنگ آسماں پر یہ دھواں کیوں آن چھایا ہے

تری عظمت کے قائل شاہوں کی ہر یاد روتی ہے
ہزاروں سال کی تاریخ شرمندہ سی ہوتی ہے

خدائی نے کسی انصاف میں یوں دیر کی ہے کیوں
ترے صوفی بزرگوں نے خموشی سادھ لی ہے کیوں
خفا خورشید تجھ سے اور روٹھی چاندنی ہے کیوں
تری دشمن بنی آخر تری یہ سادگی ہے کیوں

تری چڑیوں کے نوحوں میں ترنم کون لائے گا
ترے مجروح ہونٹوں پر تبسّم کون لائے گا

فرشتہ امن کا اجڑے گھروں کو کب بسائے گا
جواں جانوں کے غم کی جھرّیوں میں مسکرائے گا
کنواری بوڑھیوں کی مانگ میں موتی سجائے گا
کہیں کوئی نہیں ، کوئی نہیں ہے ، کون آئے گا

مخالف ساعتوں میں تجھ کو ہم دم کون رکھے گا
مری وادی ترے زخموں پہ مرہم، کون رکھے گا

☆☆

یا سمیع الدعا

(۱)

خالقِ دو جہاں
میں ہوں واحد وہ تخلیق تیری
جہاں کے بہشت بریں پر
جو مخلوق اشرف کے پھلنے کا موُ جب بنی

یا علیم السمیع

جس کی پسلی سے کی تھی مری ساخت
اُس کی رِفاقت کی خاطر
وہ تنہا نہ ہو
روح کی راہ نو پر کہ میں نے بھی تو
دیکھ بن کرز میں
بخش ڈالا اسے آسمانوں کا رتبہ
اور اپنی مطیع قوت صبر پر
یا عظیم القوی
اس کے ہی زورِ بازو کو ترجیح دی

اپنے ہر نرم جذبے میں اس کو کیا حصہ دار
اُس کی چاہت کو اپنے پہ حاوی کیا

یا حفیظ الغنی

اس کو اپنا محافظ سمجھنے لگی
رنگ اُس کے رنگی
زندگی اُس کی جی
قادر المقتدر، مالکِ بحر و بر
آج تک اس کا گھر
گھر اسی کا رہا
درد میں نے سہے
نام اس کا ہوا

(۲)
یا نصیر الوفی
بن کے دختر کبھی
گود میں کھیل کر
شفقتِ پدرانہ کی تشفی کی

اس کی خدمت، اطاعت
صبح وشام کر کے
سجایا سنوارا جو گھر میں نے تھا
وہ میرا گھر بھی میرا نہیں اور میں
دوسروں کی امانت پکاری گئی

یا متین البدیع

خواہرانہ محبت سے مغلوب ہو کر
میں اس پر ہر اک شے لٹاتی گئی
گر تھا چھوٹا تو ماں کی طرح خواہشیں
اس پہ قربان کر کے مناتی خوشی
پھر بھی دل میں جگہ مجھ کو اس نے نہ دی

یا مُمیت المحیی

جنم جس کو دیا اِتنے ارمان سے
خود کو ٹکڑے کیا، بوجھ کر جان کے
مجھ کو ان رت جگوں کا ملے کچھ صِلہ

ٹوٹ جائے نہ الفت کا یہ سلسلہ
ہے یہی ایک جذبہ کسی طرح قائم
اسی ایک رشتے پہ ہے کچھ یقیں

تیرا تبدیل ہوتا ہوا یہ جہاں
یوں نہ ہو جائے اس کو بدل دے کہیں
خوں نہ ہو جائے جذبات کا دیکھنا
آس تیرے کرم کی میں کھو دوں؟
نہیں!
یا سمیع الدعا، یا سمیع الدعا
یارب العالمیں یارب العالمیں

یہ جذبہ

یہ جذبہ فرشتوں کی سرگوشیوں سا
کہیں جنگلوں میں گری اوس جیسا
سجی کہکشاں پر رکی چاندنی سا
دبی سیپیوں میں چھپے موتیوں سا
کئی آسمانوں کو جاتی دعا سا
رِدا سا، رضا سا، وفا سا، بقا سا

یہ رشتوں کے جسموں پہ روحوں کی دستک
مرے بچّوں میں تیرے مکھ کی شباہت
یہ نمکین آنسو ہے میٹھی ہنسی ہے
کہ اس عشق میں ایسی پاکیزگی ہے

ربط

آنے والی نسلوں سے
کیا ربط رہے گا
رگوں میں اُن کی
جانے کیا
سیّال بہے گا
آگ کے ہوں گے لوگ
کہ بہتے جلتے پتھر
پانی کیا ہوتا تھا
ان سے کون کہے گا؟

☆☆

پرتیں

نشے میں دُھت
وہ ناداں بچّے کی طرح
سویا ہے آڑھا بستر پر
اس لمحے تک
اتنے برسوں
اس نے نہ سُنی
اک بات مری
اور اب اس پل
میں دیر سے اس کو دیکھ رہی ہوں
بڑھ کر میں نے تھام لیے ہیں
اس کے بے سدھ ہاتھ
میں شاید مُسکائی بھی،
اُف! اِن رشتوں کی کتنی پرتیں ہوتی ہیں

☆☆

مقابلہ

کس سے کرے اب مقابلہ
تھک ہار گئی
غیروں کی بات جو ہوتی تو
خود کو سمجھاتی
اور پھر شاید بھول بھی جاتی
دل کا رشتہ نازک
اُف
کیا کیا سہتا ہے
اس کے گھر کے اندر
دشمن سا رہتا ہے

☆☆

مجبوری

اک اک سانس کی خاطر
دل کو سمجھانا پڑتا ہے

میرے ہی حصّے کی خوشیاں
رستہ بھٹکیں
کون سے دیس گئیں

اب کس میں ہمت ہے
جو اُن کو ڈھونڈ کے لائے
میں تو تھک کر چوُر ہوئی

☆☆

بارش

تھرتھرائے پتوں پر
کپکپائی سی بوندیں
آسماں کے بیچوں بیچ
اک لکیر ست رنگی
ایک ٹوٹی ٹہنی کے
کھوکھلے سے حصے میں
رہنے والی اک چڑیا
جھانکتی ہے باہر بھی
پنے جیسی آنکھوں سے
دیکھتی ہے بارش کو
اک اڑان کی خاطر
تولتی ہے پر بھی وہ
اور کبھی دُبکتی ہے

اپنے آپ میں جیسے
پانچ سات گھنٹوں تک
آج مینہہ برسا ہے

☆☆

پردیس

جب بدل جائیں پتے پردیسیوں کے
دیس میں پھر اس طرح ہو
آگ برہا کی جلائے نیند
چھینے چین
دل ٹکڑوں میں بٹ کر
روح کو چھیدے
نہ پل بھر بھی تھمیں آنسو

لفافے میں دو آنکھیں ڈال بھیجوں،
گر پتہ معلوم ہو مجھ کو
ذرا معلوم ہو مجھ کو!

☆☆

اُلجھن

دل توڑا تم نے دانستہ
اب کہتے ہو بھول ہوئی تھی؟
میں کیوں بھولوں وہ تنہا دن
اور نہ چاہے جانے کا غم
کیا سب واپس لے سکتے ہو؟
ہاں تم خود کو میرے جیسی اک تنہائی دو، جب لوٹوں
تم کو تو میں حال سے پہلے چھوڑ چکی ہوں
میں ماضی سے گزر رہی ہوں
تم اس اُلجھن کو گر سلجھاؤ تو سوچوں

☆☆

صراطِ مستقیم

کس طرح میرے دکھوں کو
تو بدلتا ہے خوشی میں
مشکلیں کرتا ہے آساں
اشک میرے پونچھتا ہے
دردِ دل کو بانٹتا ہے
اور
چاہے نصف شب ہی دوں صدا
آواز دیتا ہے
کئی حیلوں سے میرے سامنے آتا ہے
چھپتا ہے

عطا کرنا اسی صورت صراطِ مستقیم
اور اپنی ہر رحمت کا سایہ مجھ پہ تو کرنا
جو نادانستگی میں غلطی کردوں، عفو کرنا

☆☆

صبح کی خبریں

کیوں G.N.R.[1] سے آئی نہیں ہے اب تک نیوز
کام نہیں ہے کرنے کو
پھر بھی کچھ گھنٹے رکنا ہے
اور پلکیں نیند سے بھاری ہیں
بجلی سے روشن روشن،
اس کمرے کی واحد کھڑکی پر
موٹا سا پردہ لٹکا ہے
جس نے باہر کے منظر سے
آنکھوں کا رشتہ توڑا ہے
دن نکلا، کیسی چلی ہوا
کچھ نہیں پتہ
یہ بات الگ ہے لیکن، گر
ہم پردہ سرکا بھی دیں تو
دیکھیں گے زنگ کے مارے نل

---

[1] جنرل نیوز روم General News Room

یا ائرکنڈیشن کے پیچھے
تپتی سی کچھ گستاخ ہوا!
اور کئی سو پاور کا اک بلب
جو چوبیس گھنٹے جلتا ہے

☆☆

پُرانی کتابوں کی خوشبو

عجب ہلکی ہلکی
عجب بھینی بھینی
عجب اجنبی سی
عجب اپنی اپنی
تری یاد مہکے
مرے دل کے اندر
پُرانی کتابوں کی
خوشبو کی صورت

☆☆

کاروبار

وہ آتا ہے تو
ویرانی پہ اپنی
اوڑھ لیتی ہوں
میں اک مسکان
دل دہشت سے لگتا ہے دھڑکنے
وہ گرج کر پھر سکوں گھر کا نہ لوٹے

بانہہ پکڑے تو میں سرتاپا
خوشی بن جاؤں، جیسے
اک اسی پل کی تھی ہستی منتظر میری

مجھے اُس کے سبب ہی اپنا گھر بازار لگتا ہے
میں لٹتی جاؤں جس میں ایسا کاروبار لگتا ہے

☆☆

غم کی گھڑی

اتنی طاقت کہاں سے لائیں
اتنی ہمّت کہاں ہے ہم میں
اک بھی ایسا پل
جاں لینے کی خاطر
بس کافی ہوگا
غم کی بے دل، ظالم گھڑیو!
تم ہم پر حاوی ہونے کی
دیکھو،
کوشش تک مت کرنا۔

☆☆

فقط اک نام اس کا

یہ روشن چاند، یہ خورشید
سیّارے، ستارے، کہکشاں
یہ آسماں نیلا
جو ہے حدِ نظر تک
اور جو آنکھوں سے اوجھل ہے
جسے یہ دوربیں سیارچے ہی
دیکھ پائے ہیں نہ دیکھیں گے،
یہ جھیلیں یہ سمندر، وادیاں، سبزہ، شجر،
یہ کوہ اور جنگل
پرندے، جانور، جو ہم نے دیکھے ہیں
نہیں دیکھیں ہیں جو، وہ بھی
اور ان سے بڑھ کے
یہ ذی روح
جس کو شرف حاصل اشرف المخلوق کا ہے
ختم ہو جائے گا سب کچھ ایک دن
اور بس رہے گا نام اللہ کا۔

☆☆

گئے برسوں کی تصویر

گئے برسوں کی تصویریں
کہ جیسے بات ہو پچھلے جنم کی
اک عجب دل سوز سا غم
روح پر چھائے
لگائے بیٹھے ہو جس پیڑ سے تم ٹیک
اب بھی کیا وہیں ہوگا؟
وہ بلبل اس کی ڈالی پر جو بیٹھی گا رہی ہے
اب کہاں ہوگی؟
وہ پھولوں سے بھری کیاری
وہ ندی اور وہ ٹیلا
اُسی صورت میں ہوں گے کیا؟
کہاں ہوگا وہ موسم اب
لٹاتا تھا خوشی ہم پر
نہ آئے گا، دُبارہ، گر
تو یاد آ کے کیوں اکثر
ہمیں افسُردہ کرتا ہے
کوئی ایسا بھی کرتا ہے؟

☆☆

کچھ نہیں ایسا ہوا

کچھ نہیں ایسا ہوا
بس
میوے والی طشتری لے کر
بڑھائی
اس نے ہر مہمان کی جانب
پھر اس کو پاس میرے
میز پر رکھ کر
وہ جا بیٹھا جگہ اپنی
فقط اتنا ہوا
ایسا نیا بھی کیا ہوا
اور بے سبب بھیگی مری آنکھیں
نگاہوں سے اداسی دل کو جاتی روح تک آئی
کئی دن تک نہ جا پائی

☆☆

قیمت

دو دِن کی خاطر
آنے والی خوشبو
بتلا دینا
اب اِن گھڑیوں کی قیمت
کتنے اشکوں سے دینا ہوگی
وہ رات کھڑی ہے سر پر،
کالے پنکھ پسارے
خوف کے کانٹے روئیں روئیں میں چبھتے ہیں
روح میں یہ کیسا سناٹا چیخ رہا ہے
دھک دھک کرتا دل
رُک رُک کر پوچھ رہا ہے
اب کے کبھی پھر صبح آئے گی؟
ریت کے کچے باندھ سی کیا
ایسے ہی عمریا بہہ جائے گی؟

☆☆

مہتاب سی پیشانی والے

سمجھے تھے نہیں نسبت تجھ سے
کہتے تھے یہ ہی اپنے دل سے
اک جنگ چھڑی تھی عرصے سے
جو آج کی شب ہم ہار گئے
باہر جب پڑتی تھیں بوندیں
ہم لیٹے تھے پلکیں موندے
اور یاد تری بن کر خوشبو
چھائی ہر سو
جیسے جادو
مہتاب سی پیشانی والے
اک بار کہیں دیکھا ہے تجھے
اور جب سے بھی اک سال ہوا
تجھ کو شاید معلوم نہیں
طے کیا ہے لیکن ہم نے بھی
اب اور نہ دل کو ٹالیں گے
تجھ کو اک خط لکھ ڈالیں گے

☆☆

نیند

شام ہو کوئی خزاں کی
چاندنی پھیلی ہو
ایک چھوٹے سے مکاں کے آگے
ایک خاموش سا باغیچہ ہو
اُس میں بن پتوں کا پیڑ ایستادہ
اور چھوٹی سی کسی ٹہنی پر
ساتھ بیٹھے ہوئے کچھ طائر ہوں

اِک دریچے سے
مری چادر پر
سایہ ان کا چلا آئے
تو مجھے نیند آئے

☆☆

آدم

خدا، کائنات اور زمیں
پھر زمیں سے جڑے سلسلے
آسماں، کھیت، موسم،
زمانہ، فضا،
لوگ، غم، زندگی،
پھول، بچے، ہنسی
روز و شب، گھر، خوشی،
ذمہ داری، وفا،
یالگاوٹ، پسند، رنگ،
جھگڑے، شِفا
یہ سیاست، علالت،
غریبی، دعا

کربِ تخلیق
حوّا کی بیٹی کا وہ

صبر و برداشت
قربانیاں
ماممتا
سراپا عَنا
پھر تحمل، رضا!
اطاعت کے قابل یہ آدم ہے کیا؟

☆☆

تاروں والی رات

اُس کے ماتھے چاندی بندیا
سُچے موتی دانت
آنکھیں جلتے دیپک
نتھنی جیسے شام کا تارا
کالے نازک تن پر
شوخ چمکتا رنگیں لہنگا
جیسے چاند بھی جھلکے دور فلک پر
ہوا کرے برسات
وہ الھڑ، بنجارن لڑکی ہے
بالکل تاروں والی رات

☆☆

منصب

یہ کس کی کوکھ سے جنما؟
یہ کیا مخلوق ہے آخر؟
جو انساں کو ہی خود جیسا کوئی ذی روح جانے
اور نہ اپنے ذہن سے سوچے
ہیں جان و جسم اس کے اور تابع دوسروں کے
ضمیر اس کا ہے سویا اک ردائے ظلم اوڑھے
دھڑکتا کس طرح سے ہے دل گنہہ کے بوجھ کے نیچے
یہ معصوموں کے خوں سے رنگ کر ہاتھوں کو اپنے
سرخ رو خود کو سمجھتا ہے
دلوں سے ہائے نکلے اس طرح کے کام کرتا ہے
یہ شب خوں مارتا ہے اور شجاعت اس کو کہتا ہے
یہ مرتا بے سبب ہے اور شہادت اس کو کہتا ہے

☆☆

بچھڑنا رنج دیتا ہے

کسی کے ساتھ کچھ گھنٹے
سفر کر کے الگ ہونا
کبھی پردیس جانا
اور پھر پردیس سے آنا
پڑوسی کا بدلنا گھر
کہ دفتر میں
کسی کا بھی کہیں تبدیل ہو جانا
دعا ہو یا سلام
اور یا فقط
مانوس ہو صورت
یہ ہو چاہے کسی صورت
کہیں پر بھی
کسی سے بھی
ہمیشہ ہی ہمیشہ ہی
بچھڑنا رنج دیتا ہے

☆☆

بڑا گھر

پائیں باغ ہے نکھرا نکھرا
بنگلے کا ہر گوشہ سنورا
گھر کے چار مکیں اپنے کمروں میں ہیں
باورچی خانے میں
اک آدھ ملازم بھی ہے
چاند اکیلا چمک رہا ہے
خاموشی چھائی ہے ہر سو،
بڑے گھروں میں بڑا ہی سناٹا رہتا ہے!

☆☆

آسماں خوش رہے

(شرلی کے لئے)

تری معصومیت رہے محفوظ
آ گہی تیری بڑھے
کل تلک تو جو چلی آتی تھی طوفاں کی طرح
آج محتاط نظر آتی ہے
جیسے اسرار کئی مہکے ہوئے
اس تری بڑھتی ہوئی شاخ بدن سے ہیں جڑے
رخ پہ آتے ہیں نظر رنگ دھنک کے سارے
اور آواز میں گھنگھرو سے لگے ہیں بجنے
کچھ نئے خواب لگے ہیں سجنے
جھولیاں بھر کے تجھے پیار ملے
تیری شرمیلی سی خاموشی کو
کوئی پُر معنیٰ سا گفتار ملے
آسماں خوش رہے، سنسار ملے

☆☆

نسبت

مسکرانا، گھومنا، پھرنا
شہر سے دور جانا
چند دن فرصت سے
چڑیوں اور گلوں کے سنگ رہ لینا

کھلے آکاش کے نیچے زمیں پر چہل قدمی
پہاڑوں پر چمکتی چاندنی مہکی ہوئی سی
درختوں میں وہ پراسراری جھینگر کی بولی
بغیر آلودگی کا آسماں
تاروں بھری راتیں
یہ سب جینے کی ہیں باتیں

میرے شانوں پہ
ذمہ داریوں کا بوجھ ہے اتنا
کہ مرنے کی نہیں فرصت
مجھے چڑیوں سے، پھولوں سے
ستاروں سے کہاں نسبت

☆☆

گناہ

تمہارے ابروؤں کے درمیاں
واضح عمودی خط
نگاہوں میں چھپے شعلے،
انا کے ضبط کو شیریں زبانی میں
چھپانے پر نہیں قادر،
کہ مجھ کو گھر سے باہر جا کے
کوئی کام کر لینا
گناہوں جیسا لگتا ہے!

☆☆

بابل

سرمئی نرم پروں والی
وہ شرمیلی سی
ساری کستوریاں گا گا کے بلاتی ہیں مجھے
وہ سبھی سکھیاں بھی
سنگ کھیلی تھیں مرے ہنڈ کلیاں
اور شہتوت سے لٹکا جھولا
جس سے چھو لیتی تھی میں
جا کے فلک کا دامن

اب کے جانا ہے مجھے ساون میں
گھر کے دروازے کو وا کر کے
کئی لمحوں تک
دونوں ہاتھوں کو وہیں رکھنا ہے
اپنے کمرے کی دِواروں کو بہت نرمی سے
ذرا چھو لینا ہے
لیٹے لیٹے، کئی پہروں

دیکھنا ہے چھت کو
جس پہ دیکھے تھے
کھلی پلکوں سے
میں نے کچھ خواب کبھی

یہ مگر کیوں ہوگا
کہ برس بیت گئے
سوکھ گیا وہ شہتوت
کوئی کستوری وہاں گاتی نہیں
کون ڈالے گا بھلا جھوُ لا کہیں

بھربھری مٹی لگے گی گرنے
کسی دیوار کو گر چھولوں گی

کوئی رہتا ہی نہیں اُس گھر میں

☆☆

ایک ہی جذبہ

تم کبھی درد اس کا بانٹو گی
یا کبھی غلطی پہ ڈانٹو گی
چاہ میں، اپنا لٹا دو گی وجود
ساتھ اک دوست کی طرح دو گی
حدّ سے گر وہ گزر جائے گا
توڑ ڈالے گا اعتماد کا گھر
چُور کر دے گا تمہاری وہ انا
بانٹ دے گا کئی ٹکڑوں میں تمہارے دل کو

کر کے برباد سکوں اپنا تم
راہ دیکھو گی اسی کی پھر بھی
لوٹ آئے گا تو پھر معاف بھی کر ہی دو گی
اسے ماں کی طرح اپنا لو گی، خوش ہو لو گی،

خود کو معشوق سمجھنے کی خطا مت کرنا
کہ تم اک عورت ہو
جس کے ہر روپ میں ممتا ہی بسی رہتی ہے

☆☆

عورت

مہر و محبت، انس اور شفقت
ممتا، اپنائیت وصداقت
رنگ اور خوشبو
انگ معطر
دل کش، دل بر، مہ رو، نازک
حسنِ طبیعت وجہِ مسرّت
ویرانے کو کردے جنّت
یہ سب دے کر
اس گل تن کو
خار بدن
خود عاشق طینت کی سنگت کے لئے بنایا؟
پھولوں کلیوں کو پتھر سے کیسی نسبت
کانٹے
ہر پتّی کو زخم لگا سکتے ہیں۔

☆☆

مرد

اس نے مطلب کی خاطر کیا استعمال
بیچتا بھی رہا اور خریدا کیا
شیشۂ دل کو توڑا بدن کے لیے
پھر بدن کو بھی چھوڑا کسی دوسرے تیسرے تن کی خاطر
کہ اس کی تلاش اب بھی جاری ہے
اور
جانے کب تک یہ جاری رہے گی ابھی
خونیں ہونٹوں کی وہ دائمی تشنگی
کس کی شفاف گردن کی نیلی نسوں سے
بجھے گی کبھی یا بجھے گی نہیں۔

☆☆

مداخلتِ بے جا

مجھ کو لوٹا دو مری نیند
کہ تم سے پہلے
نہ کیا کرتا تھا کوئی
ایسے لمحوں سے جدا مجھ کو کبھی
چھینتے کیوں ہو اسے
اپنا یہ حق مجھ پہ جتا کر
کہ پلک موندلوں گر،
خوف آئے
روح کو تڑپائے
دل ہو کچھ ایسا اداس
سوچ ہی باغی ہو جائے

☆☆

گھر

ہری گھاس ، بیلیں ، شجر ، کونپلیں
کھلے پھول گاتی ہوئی بلبلیں
ٹپکتا ہوا کیاریوں میں یہ نل
مچلتی ہوئی زندگی کے یہ پل
کنارے پہ باغیچے کے پھیلا ڈِش[1]
یہ شبنم کی ٹھنڈک کرن کی تپش
جھکی شاخوں پر کچا پکا ثمر
کئی کھڑکیوں والا جاذب سا گھر
یہ معصوم خوشیوں کو کوشاں بشر
یہ ہنگامۂ زندگی چو پہر
یہ گاڑی سے اٹکا کبوتر کا پر
یہ مشغول و مصروف شام و سحر
کھنک برتنوں کی سبک قہقہے
یہ منظر ہمیشہ سلامت رہے!

☆☆

---

۱ DISH ANTENA

باؤلی

بے سبب الجھتی ہے
باؤلی سی پھرتی ہے
ختم ہو گئے ہیں اب
جیسے کام اس کے سب
دونوں بیٹیاں رخصت
کی ہیں اُس نے کل ہی شب

☆☆

ہند و پاک

ہمارے زلزلے ساجھے
سبھی طغیانیاں ساجھیں
فلک ساجھا زمیں ساجھی
بہت سی بولیاں ساجھیں
ہیں ملبوسات اک جیسے
بدن یکسان رنگت کے
ہیں نین اور نقش بھی اک سے
پسند ہے ایک سی سب کی
سبھی پکوان سوندھے سے
جو ماضی ایک، دونوں کا
سو مستقبل بھی کچھ اک سا
تو جھگڑے ہیں بھلا کیسے

☆☆

آنسوؤں کے قطرے

(میران کے لئے)

سر ہے اس طرح جھکا
بال پیشانی پہ پھیلے ہیں
نظر آتی ہے بس
نرم رخساروں کی گولائی ہی
ناک بھی سرخ ہوئی
سینے سے چپکی ٹھوڑی
جھک کے گر دیکھ لے کوئی
تو ہو معلوم اُسے
رخ پہ کچھ اشک بھی ہیں!

ماں ہے تھوڑی سی علیل
اور کئی فکروں میں
کھو گیا چھوٹا سا بھولا لڑکا

☆☆

خطوط

لکھتے ہیں خط ہم
بہت وقت دے کر
بڑی رغبتوں سے
بڑی محنتوں سے
تو
کیوں ان کو جلدی
نہیں پوسٹ کرتے

☆☆

ضبط

اس دل کے نازک جذبوں پر
مجبوری کا پتھر رکھا،
اور زخمی ہوئے
تم پڑھ ہی لو نظروں کو کہیں
اس ڈر سے نہ دیکھا آنکھوں میں
غیروں کی طرح باتیں کیں
اور اندر اندر چاہت میں
ہم سلگ سلگ کر راکھ ہوئے
اپنے ہی ہاتھوں خاک ہوئے

☆☆

حدِ وفا سے آگے

وہ جس نے مجھ سے ساری عمر
چھینا ہے سکوں میرا
مری ہر شام کو تنہا کیا ہے

مجھ کو
پھولوں کی معطر سیج کے بدلے
بچھونا موت کا سونپا
مجسّم حسن کو دے دی
شکستہ بت کی صورت!
میں،
اُسے جی بھر کے گھنٹوں دیکھ لینا چاہتی ہوں
اُسی کی گود میں سر رکھ کے اپنا
اُسی لمحے، وہیں، دم توڑ دینا چاہتی ہوں

☆☆

خالقِ بحر و بر

کھلے پھول سا دل بجھا
ذہن آمادہ تھا نظم کہنے کو
مفلوج ہو کر
اسی ایک نقطے پہ رک سا گیا
کیوں، نہیں سوچتے سنگدل
یوں دلوں کو دُکھانے سے پہلے

اگر جھیلنا ہی ہے ان کو تو پھر
اس قدر مجھ کو حساس کیوں ہے بنایا

مجھے بھی دیا ہوتا پتھر جگر!
خالقِ بحر و بر

☆☆

سجاوٹ

سجے سجائے
کمرے کے
پوشیدہ سے
اک کونے میں
چپ چاپ پڑا ہے سمٹا سا
اپنے اندر،
کتنی
مٹی دھول چھپائے
میلا جھاڑن

☆☆

چپکے چپکے رویا جائے

شام بجھی سی
پنچھی چپ
سینے کے اندر سناٹا
اور
روح میں نغمے پھیکے سے

دل کے سب زخموں کو
اشکوں سے دھویا جائے
کچھ لمحوں کو
چپکے چپکے رویا جائے

☆☆

نامحرم

اس کے ہر مُو سے،
لپٹا ہوگا اک سانپ!
دلکش آنکھیں اس کی،
داغی جائیں گی!
انگاروں پر ہوگا،
اس کا نرم بدن!
ایسے جرم کے بعد رحم کی کیا ہوگی امید اسے
حالانکہ ہر دل پر قادر اللہ ہے
اُس کے جان اور جسم کا
ہے مختار کوئی محرم لیکن

اس کو اِک نامحرم اچھا لگتا ہے

☆☆

بلبل

ان گنت شاخوں کے اندر سے
ذرا سا پنکھ دکھلاتی
چہکتی اور چھپ جاتی
سریلی دھن سے سوچوں کے جہاں میں
گل کھلاتی
نرم سے رنگیں پروں پر
ذہن اور دل کو جھلائے
دور اُفق کے پار لے جاتی
محبت کا نیا مفہوم سمجھاتی

اداسی کو میری نغمہ دیا تو نے
ذرا پتوں کی جھرمٹ سے
نکل تو آ
تجھے پلکوں کے رستے روح کے اندر بساؤں
اور سارے غم بھلاؤں

☆☆

معنیٰ

کوئی شے
جس کے سہارے کٹے عمر
کچھ سنور جائیں یہ ویراں شب و روز،
منتظر جس کا رہے دل،
دوسری شام تلک
اک بہانہ سا...
کوئی چاہ سی، جی لینے کی
شوق خوش رہنے کا
سجنے کا کبھی...
موڈ کچھ گانے،
کہیں جانے کا
زندگی!
کوئی نشانی دے دے
کوئی دُھن، نغمہ کوئی، کوئی کہانی دے دے

☆☆

پردیس

شبنم، کلیاں اور ہوائیں
ہریالی، بلبل کی صدائیں
نیلے فلک پر کالے بادل
تتلی کے پر، ہرا پتنگا
جھیل اور گلشن مہکا مہکا
دل کے موہنے کو کیا ہے کم
یہ دیوانہ کرتا موسم

لیکن یہ حسن و رعنائی
یہ خوشبوئیں یہ شادابی
نرگس کی یہ مست نگاہیں
اور 'لالہ' کی آنکھ شرابی
سارے موسم مجھ کو بھاتے
تم لیکن پردیس نہ جاتے

☆☆

قسمت میں

فلک کی ساری وسعت کا مختار
گلوں شاخوں کا ساتھی
اک آزاد پرندہ
جس دن قید ہوا
تو پہروں پنجرے میں
روٹھا، روٹھا رہتا تھا

جانے کیا اک دن صیاد کے دل میں آئی،
پنجرہ کھڑکی پر لٹکایا
اب وہ باہر دیکھ کے
خود کو بہلاتا ہے
لیکن دل کو سمجھاتا ہے
گر صیاد اسے کھڑکی کے پاس نہ لایا
تو بھی کیا ہے
ہو جائے، اب
جو بھی قسمت میں لکھا ہے

☆☆

پاس سے جانے کو مت کہنا

مجھے بچپن میں کچھ پل بھی
اکیلے چھوڑنے پر تم
پریشاں رہنے لگتی تھیں
کہ میں بھوکی نہ رہ جاؤں
بھگودوں اپنی نیپی[1]
پالنے سے گر پڑوں
رودوں
گلا تھک جائے میرا
ناک بہہ جائے
پسینے سے چپک کر بال
ماتھے سے الجھ جائیں
کہیں آنکھوں میں پنبھ جائیں

یہ خدشے تم کو مجھ سے دور رہ کر بھی
مرے اطراف رکھتے تھے

---

1. Nappy

پرائے گھر کی میں ہولی
تو جب بھی تم گھری رہتی تھیں
لاکھوں وسوسوں کے درمیاں

میں دور جا کر ساتھ لے آئی تمہاری روح کا سکھ
چین آنکھوں کا
اور اب میں بھی تمہاری بے بسی کا ذِکر سُن کر
آئی ہوں رخصت پہ کچھ دن کی

بہت کمزور لگتی ہو
مری فرقت کے سارے دن
لکیریں بن گئے ہیں اُس تمہارے چاند مکھڑے پر
سیاہ گیسو بھی سارا دے گئے تنہائیوں کے
کالے روز و شب کو اپنا رنگ
زخمی فاختہ کے پنکھ کی صورت
تمہارے خستہ شانوں پر یہ بکھرے بکھرے رہتے ہیں
بدن کی ہڈیاں ابھری ہیں
اور اک ہاتھ زخمی ہے

تمہیں میری ضرورت ہے!

میں پلکوں سے تمہارے پاؤں کا ہر خار چن لوں گی
ہر اک الزام سر لوں گی
جسے یاد آئے گی میری
یہیں آ کر وہ رہ لے گا
تمہیں پھر چھوڑ کے تنہا
کہیں بھی اب نہ جاؤں گی

نہ مجھ کو دور اپنے پاس سے جانے کو پھر کہنا

☆☆

انا

میز کے اوپر رکھا پیالہ
ہے ٹیڑھا
یا کبھی گیلے ہیں چاول
بھاپ کم اٹھتی ہے سالن سے
ہے جگ میں پانی آدھا
جم نہیں پائی دہی گاڑھی
نہیں شامل کٹی سبزی میں گر لیمو کی قاشیں
کھانا کھالو!
منہ بناتے ہو
مری مشکل بڑھاتے ہو
ذرا سی بات ہے،
اور تم؟
انا کو کھینچ لاتے ہو!

☆☆

نیک بی بی

یہ شریک حیات جس کے ساتھ
اس زمیں پر کیا ہے تو نے نباہ
تیری نس نس کا جو رہا مختار
چاہ تیری پہ ہے لازم ہو اِسی کی پابند
جس پہ بندش نہیں کوئی لاگو
ان گنت حوریں ہیں جس کی خاطر
آسمانوں پہ بھی محفوظ ہمیشہ کے لیے
یہ صلہ ہوگا تیری پارسائی کہ وہاں
یہ شریکِ حیات ہی تجھ کو
تحفتاً ہوگا عطا!

نیک بی بی،
تجھ کو اب چاہیے کیا!

☆☆

آ میرے پاس ٹھہر

(بدران کے لیے)

آ مرے پاس بھی کچھ دیر ٹھہر
کئی دن سے ہیں نگاہیں غمگیں
روح میں ہیں ہزار اندیشے
دور کردے مری سوچوں میں بسے سارے ڈر
آ مرے پاس بھی کچھ دیر ٹھہر

آئینے میں ترا من موہنا مکھ دیکھتی ہوں
لانبے ہاتھوں کو پرو کر بار ہا بالوں میں
اپنی دو آنکھوں میں کیا ڈھونڈتا ہے
لب پہ اُگ آئے ہوئے روؤں کو
نرم پوروں سے ترا سہلانا
مجھ کو بہلاتا ہے ان خوابوں سے
جن کی تعبیر خدا ہی جانے
غم کئے جاتے ہیں اس دل میں گھر
آ مرے پاس بھی کچھ دیر ٹھہر

کل تلک تو میرے پہلو سے لگے رہنے پہ تھا کتنا بضد
اور میں چھوڑ کے سب کام، تجھے
کیسے آنچل میں چھپا لیتی تھی
پھر مجھے ویسی ہی بے فکری عنایت کر دے
ساتھ کر وقت بسر
آ مرے پاس بھی کچھ دیر ٹھہر

تری خود بینی سے رہ رہ کے مرے ذہن میں آج
وسوسے لاکھ اٹھاتے ہیں سر
روح میں ہیں ہزار اندیشے
اور نگاہیں غمگیں

تیری تعلیم یا مستقبل
یا
کوئی نازک سی سبک دوشیزہ
لے نہ جائیں تجھے اک اور نگر
دور کر دے مری سوچوں میں بسے سارے ڈر
آ مرے پاس بھی کچھ دیر ٹھہر

☆☆

پلکوں میں

(بدران کے لئے)

ترا گِٹار
اور کمپیوٹر
خاموش ہیں تیرے کمرے میں
بستر پر اک سلوٹ بھی نہیں
پڑھنے کی میز ہے سجی ہوئی
اک کونے میں
چپل دونوں چپ چاپ سے ہیں

تیرے مستقبل کی خاطر
رکھ کر اس سینے پر پتھر
اپنے سے تجھ کو دور کیا
زخمی نظریں اور تنہا دل
جب ہی سے بچھا ہے رستے میں
کمرے کی ہر شے پھیلا دے

یا زور سے سن موسیقی تُو
آ، گھر میں مگر موجود تو رہ
پلکوں میں چُھپا کر رکھوں گی
اب اک بھی بار نہ ڈانٹوں گی

☆☆

بجلی

ابلتا کھولتا سورج
مرے کمرے کی دیواروں، دریچوں
اور دَر کے ساتھ لگ کے
تاک میں بیٹھا ہے
اندر آئے
کمرے میں بسی ٹھنڈک دبوچے جائے
میرے جسم و جاں پر
آگ برسائے
کہ اب اے کاش
بجلی جلد آئے
جون کے پورے مہینے میں نہ جائے

☆☆

بڑھاپے کی تصویریں

بڑھاپے کی یہ تصویریں
لگا کرتی ہیں بھدّی سی
میں بوڑھی ہوں گی تو
تصویر کھنچواؤں گی کیا کوئی؟
مگر پھر سوچتی بھی ہوں
کہ ماں کی ساری تصویریں
ہیں کتنی پیاری پیاری سی
میرے بچوں کو بھی آخر
مری تصویر بھائے گی!

☆☆

جا تجھے معاف کیا

یہ وجیہہ شانے
یہ قامت
یہ سفید اور سیاہ بال
فسوں کار سا اندازِ تخاطب
راز داں سایہ تبسّم
یہ نشیلی آنکھیں
رخ مری اور نظر اور کہیں
یہ اشارہ ہے کہ آگاہ ہے تُو
سحر کرنے کے ہر اک حربے سے
اس لئے ہوگا تُو ہرجائی بھی
بے وفائی تجھے کرنا ہی پڑے گی مجھ سے

مری چاہت بھی ہے مجبور مگر
جا
مرے دل نے تجھے معاف کیا

☆☆

پانا کسی شے کا

یہ سارے لوگ کہتے ہیں
بہت نایاب شے ہے زندگی
ہر پل بہت بے مول
ہر لمحہ غنیمت ہے
نہیں یہ چیز کھونے کی
مگر ہر گمشدہ شے بھی
مکمل خود میں ہے اتنی
اسے احساس ہی ہوتا نہیں ہے
اپنے کھونے کا
یہی تکمیل ہے اُس کی
تو پھر پانا کسی شے کا
زیادہ کیا ہے کھونے سے!

☆☆

فانی

اسی جگہ پر
پہلے ایک ندی کا تٹ تھا
اک لمبی سی پگڈنڈی
بستی سے جنگل کو جاتی تھی
پھر یہ جنگل الٹ گیا
بستی بھی اُجڑی
اُس سے پہلے
اسی جگہ پر، روز و شب لاوا بہتا تھا
شعلے لہراتے رہتے تھے
اُس سے پہلے جانے کیا تھا
اب اک سڑک ہے
اک کالج ہے
کچھ بازار ہیں
دفتر بھی ہیں
آنے والے وقتوں میں جانے کیا ہوگا!
آنے والے وقتوں کے جانے کے بعد اِدھر کیا ہوگا؟

☆☆

رتجگے

دلِ شکستہ کی کوئی دبی سی سرگوشی
مری شکایتیں، میری مسرتیں ساری
نہ جانے کتنے ہی اشکوں کے بے شمار نشاں
قبولیت مری لاکھوں دعاؤں کی
اور پھر
مری جبین کے اس پر وہ اَن گنت سجدے
یہ میرے بوجھ سے خستہ ہے،
تارتار مگر
مری رفیق سفر،
میرے رتجگوں کی گواہ
کہ جانماز ہے میری یہ کیسے بدلوں میں
بھلے کچھ اور صحیح بے وفا نہیں، ہوں میں

☆☆

تین دہائیاں

میں دو دہائیوں تلک سوچتی رہی یہ بات
نہ ایسا کچھ بھی ہوا جس سے تم خفا ہوتے
تو ایسا کیا تھا جو تم کو نہ اچھا لگتا تھا
کہ گھر میں رہ کے بھی تم
گھر کے رہ سکے نہ کبھی!
اس اک سوال کا حل کھوجنے کو برسوں تک
میں لاشعور میں ناکام و نامراد پھری

میں لاشعور میں ناکام پھرتی رہتی اگر
پلٹ کے تم نہ چلے آتے دفعتاً پھر گھر
تم اس پہ رہ گئے قائم ذرا سا وقت اگر
حیات میں بھی رہی تھوڑے دن، تو سوچوں گی
تمہارے لوٹ کے آنے کا کیا سبب تھا بھلا
یہ سوچنا بھی مگر کتنا جان لیوا ہے
کہ جان لیتا ہے ہر روز تھوڑی تھوڑی سی

☆☆

تتلیاں

جیسے نازک پروں والی ہیں تتلیاں
جن کے چھونے سے رنگین ہوں انگلیاں
تڑپیں الھڑ ہنسی میں کئی بجلیاں
کتنی معصوم ہیں ان کی سرگوشیاں
سرسراہٹ ہو زینے پہ ملبوس کی
مہکیں مانوس خوش رنگ دو چنریاں
میرے جانے کے غم میں ہوا ہوگئیں
بھولی نظروں میں چھپتی ہوئی شوخیاں
کیسے ان سے جدائی گوارا کروں
بات پردیس کی اور مجبوریاں
کھلتے پھولوں کی صورت رہیں، خوش سدا
خوشبوؤں میں بسی، چاہتوں کی گندھی
چاندی سے دُھلی، یہ میری بھانجیاں

☆☆

برسات کی خشک شام

سنہرے سبز پتّے
سرمئی نیلا فلک
خوشبو ہوا میں بھیگی بھیگی سی
ابھی سورج ڈھلا ہے،
کھڑکیوں کو بند کر کے
جھانکنا شیشوں کے اندر سے
بڑا دلچسپ لگتا ہے

☆☆

آخر کب تک

چلی آئی ہیں ساری رات سوچوں میں بہت باتیں
اُٹھے ہیں کتنے سارے وسوسے
کل شام سے اب تک
ابھی برآمدے میں آئی تو
بھیگے مرے پاؤں
کہ بے موسم اچانک رات بھر بارش ہوئی ہے
اچھا لگتا ہے!

ہرے مٹیالے پتوں سے لدا وہ پیڑ
جو اس باغ میں ہے
اس پہ موٹی چونچ بھورے پنکھ والے دو پرندے
فاختہ سے کچھ بڑے
بیٹھے ہوئے تھے
یہ کہاں سے آئے ہوں گے

مجھ کو یہ سب تم سے کہنا ہے
یونہی کب تک بھلا سوتے رہو گے

☆☆

سوندھا آنگن

یہ مٹی کی خوشبو سے بھیگی ہوائیں
یہ گیلے شجر سرمئی سی گھٹائیں
کہ سڑکوں پہ نقشے بناتے یہ قطرے
معطر جھڑی سی لگاتے یہ قطرے
چھتوں سے سمٹ کر برستا یہ پانی
دریچوں سے ہٹ کر برستا یہ پانی
یہ کھڑکی پہ چپ چاپ بیٹھا کبوتر
بہت دور تک پھیلا خوش رنگ منظر
دلائے کبھی یاد میرا لڑکپن
وہ بھیگے شجر اور سوندھا سا آنگن
میں دیکھے چلی جاؤں منظر یہ نم تر
بھلا دوں سبھی کام کچھ دیر یکسر
کہ جیسے غموں سے چھڑائے یہ بارش
مری ساری فکریں بہائے یہ بارش

☆☆

قبرستان

یہ قبرستان سی بستی
یہ سنّاٹا
ہے دھڑکن
جس طرح بارود پھٹنے کی صدا
کتنے پرانے گلشنوں میں ہیں نئے کتبے
ہوئے ضائع جواں
بوڑھی ہوئی ہیں لڑکیاں

اے مہرباں

اے مالکِ کون و مکاں
ہو مغفرت، رستہ دکھا
کچھ تو رہے باقی نشاں

کر رحم اس مخلوق پر
اے خالقِ ارض و سماء

یا صبر دے ایوب کا
یا چھین لے ہوش و حواس

ٹوٹ جائے نہ کہیں زخمی دلوں کی آس
اب تو رکھ دعا کا پاس

☆☆

کچھ سچ نہیں ہے

گلوں کے مہکنے میں سازش رچی ہے
چہکنے میں بلبل کے گمراہیاں ہیں
ہیں شفق کی لالی میں پوشیدہ شعلے
ہرے کوہساروں میں آتش فشاں ہے
ہے زہریلا سب نیلی جھیلوں کا پانی
فلک کے ستارے بھی جھوٹے ہیں سارے
تری مسکراہٹ کا آنکھیں تری، جب
نہیں ساتھ دیتیں،
تو کچھ سچ نہیں ہے!

ساری باتیں

سورج پانی میں گرتا ہے
پنچھی گھر کو جا چکتے ہیں
دنیا جاگ کے سو جاتی ہے
ساری باتیں ہو جاتی ہیں
اک تیرا آنا ٹل جائے
کاش یہ مے خانہ جل جائے

☆☆

ایک دہائی کا سفر

یہ ہی ہے زندگی؟
دہائی سے
شک وشبہات میں
اُلجھتا رہے دل یوں ہی
وہ مجھے چاہتا بھی ہے کہ نہیں
گر نہیں چاہتا
تو چاہے گا
آس رکھنے سے بھلا کیا حاصل
کیا دہائی نہیں سمجھنے کو
وہ مجھے چاہتا نہیں تھا کبھی

☆☆

لمس

تو آئی جو کچھ دن کو
گھر میں مرے
تو صدائیں مری
گونجنے لگ پڑی ہیں
بہت سال پہلے کی صورت

یہ آواز کتنی بھلی ہے تری
جو ہر اک شے سے ہو کر
تری نرم سی اوڑھنی سے نتھر کر
ترا لمس لے کر
مرے پاس لاتی ہے کوئی عجب سا تحفظ

مگر ان دنوں، چین دل کا مرے
لوٹتا ہے یہ خدشہ

کہ اگلے برس یہ ضعیفی تری
تجھ کو آنے بھی دے گی دوبارہ
کہ پھر
میں پکاروں گی کس کو

یہ آواز گونجے گی کیسے مری
لائے گی جو میرے پاس
ممتا میں ڈوبے ہوئے لمس کو
قمر وشمس کو

☆☆

پسِ دیوار

صبح صادق سے ہی رنجیدہ ہوئی سوچوں پر
آج کی رات بہت بھاری ہے
آج کی شام کہیں مت جانا
مجھ کو کچھ کام نہیں ایسا ضروری تم سے
جی فقط چاہتا ہے
آج ترے پاس رہوں
نشّے میں گم تری باتوں کو فقط دیکھا کروں
تیرے سانسوں کی صدا سنتی رہوں
خود کو محفوظ سا محسوس کروں
پسِ دیوار ہوے سانحے دو ایک ہی دن
اب نہیں زندہ مرے ہمسائے

☆☆

جنّت

بوجھ ڈھوتے مرے جذبات
بدن، روح، نظر
چند لمحات کی خِلوت کے لیے روتا ہوا
یہ مرا بھیڑ سے گھبرایا وجود
کہیں گم ہونے کو کوشاں
ذہن بے چارہ سا
چین، اب جا کے کہیں پائے گا

یہ سکوں شب کا
یہ تنہائی مرے کمرے کی
اس سے جنّت بھی بھلا
اور حسیں کیا ہوگی

☆☆
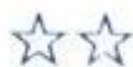
مہلت

ٹھہر جا اے اجل
اے مرگ کے ملکِ مہرباں
میں
جو جاؤں گی اچانک یوں
تو کتنے ان کہے اشعار
میرے ساتھ جائیں گے

کئی افسانے، جو
کچھ دیر میں جیتی تو لکھ لیتی
کئی نغمے مجھے بچوں کے سہرے پر
جو گانے ہیں
وہ مجھ سے چھوٹ جائیں گے
وہ جن کی آس میں میں نے
یہ تنہا دن گزارے ہیں
خوشی کے آنے سے پہلے وہ لمحے روٹھ جائیں گے

ٹھہر جا اے اجل، اے مرگ کے ملک مہرباں
میں
کہ یہ بھی جانتی ہوں
خوف سے تنہائی کے اکثر
مری شاموں نے خود تم کو پکارا تھا

مجھے شب بھر کی مہلت دے
کہ دل پر فصلِ گل آنے کے کچھ ہی دن میں کھینچی تھی
پہاڑوں پر جو تصویریں
میں اک شب ساتھ ان کے رہ تو لوں تنہا
اور اپنی سوچ میں ہر شام کو جی لوں
ذرا اس سوکھتی ندی کا اک قطرہ ہی اب پی لوں
ٹھہر جا اے اجل، اے مرگ کے ملکِ مہرباں

☆☆

اجازت

(میران کے لئے)

جو گردن جھکا کر
مجھے اپنے ماتھے پہ
تم پیار کرنے کی دے کر اجازت سی
کرتے ہو فرمائشیں کچھ نئی
قیمتی ہی سہی!
مجھ کو سودا خوشی سے ہے منظور
کیونکہ
میں اب گود میں اپنی
تم کو سمیٹے
تمہارا یہ مکھ چوم سکتی نہیں

☆☆

شش رنگ منظر

بہت یاد آتے ہیں
بادام کے نازک شگوفے
سرمئی شاخوں پہ
وہ غنچے گلابی
کچّے کچّے سے ہرے پتّے
وہ پیڑوں کے تنے کے ساتھ ٹِک کر
دیکھنا اوپر
جہاں نیلے فلک پر پیرنے لگ جاتے تھے
روئی کے گالے ایسے بادل، جب
دریچے سوچ کے ہوتے تھے وا، جیسے سمندر،
اور ہو جاتا تھا کچھ شش رنگ سا سارا ہی منظر!

☆☆

یہ بھی کوئی بات ہے آخر

جانے کتنے لوگ
جھلستی دھوپ میں پہروں جلتے ہوں گے
جانے کتنے بچے
سردی میں ننگے تن چلتے ہوں گے
کتنے پودے بن پانی مرجھاتے ہوں گے
کتنے خوشے پانی میں گل جاتے ہوں گے
کیسی ہونی بن بتلائے ہوتی ہوگی
کیسے کیسے ان ہونی ہو جاتی ہوگی
جنگل دھیمے دھیمے جلتے رہتے ہوں گے
پانی قطروں کی صورت بہہ جاتا ہوگا
اور نہ جانے کیا کیا کچھ ہو جاتا ہوگا

دھوپ میں بھولے
سوتی کپڑے
پھیکے دیکھ کے
میں غمگیں ہوں
یہ بھی کوئی بات ہے آخر؟

☆☆

مہکتی تصویر

کچھ کچھ فرصت کے لمحوں میں،
کل ایک پرانے البم سے
نظریں کچھ ایسے الجھ گئیں
پل بھر میں برسوں کا رشتہ
جانے کیسے دل طے کر کے
اُس لمحے میں جا ٹھہر گیا

ہاتھوں میں نقلی پھول لیے
جب تیری ہی خاطر میں نے
کھنچوائی تھی تصویر کبھی

تجھ کو دیکھے تو یگ بیتے
لیکن ان نقلی پھولوں کی
اصلی خوشبو نے چپکے سے
دل کی دنیا مہکا دی ہے
اک لڑکی من کے اندر سے
دھیمے دھیمے مسکا دی ہے

☆☆

ہوشیار

ذرا ہشیار ہی رہنا
نہ جانے آئے گی کس سمت سے گولی

نہیں محفوظ اب
جانیں کسی کی بھی
گھروں میں
اور نہ سڑکوں پر
دفاتر میں
سکولوں میں
ہے چھایا ہر طرف خطرہ
نقابوں میں چھپائے منہ
عجب مخلوق پھرتی ہے
کہیں چہرہ نہیں کوئی، کہیں چہرے پہ چہرہ ہے

ذرا ہشیار ہی رہنا
نہ جانے آئے گی کس سمت سے گولی
مگر ہشیار رہ کر بھی کروگے کیا
کہ جانے آئے گی کس سمت سے گولی

☆☆

منظر

نرم کمبل میں خاموش لپٹی رہوں
شب کا ہو اک پہر
بوندیں پڑنے لگیں
کڑکے بجلی کبھی گرجیں بادل کہیں
جھلکیں پردوں سے شیشے دریچوں کے یوں
ساری چیزیں نظر آئیں کچھ دیر کو
پھر دُبارہ ہر اک شے اندھیرے میں ہو
میں کہ چُپ چاپ بارش کو سنتی رہوں
بند پلکوں پہ منظر کو دیکھا کروں

کل کی بات

یہ کل کی بات ہے
جب اک ملائم ڈور رشتے کی
ہمارے درمیاں تھی
اُس جگہ پر آج
اُس کے قد سے اونچی
انا اُس کی
کسی ناگن کی صورت
مار کنڈلی آن بیٹھی ہے
دو شاخی لپلپاتی جیب، پہروں
زہر بھی ٹپکاتی رہتی ہے
اگر میں خوف کے مارے
وہاں سے بھاگنا چاہوں
تو پھر اس میں برا کیا ہے

☆☆

کیوں

کبھی کالج کا البم دیکھ کر
نم ہونے لگ جاتی ہیں کیا
پلکیں تمہاری
یا کبھی بچوں سے ہنستے بولتے
یکلخت ہی تم بے سبب رک جایا کرتے ہو
کبھی شاخوں سے پتے ٹوٹنے کی رت میں
بکھرے بکھرے رہتے ہو
یونہی بس بے خیالی میں
کسی بھولی ہوئی میری ادا سے
تم ملاتے ہو ادائیں دوسروں کی
یا مرے قد اور صورت سے
کوئی ملتا سا چہرہ دیکھ کر
تم مسکرا کر جھینپ جاتے ہو؟
جو تم ایسا نہیں کرتے،
تو بولو کیوں نہیں کرتے؟

☆☆

مسخرہ

وہ مضبوط شانوں کے اوپر
ذہانت سے بھرپور سر والا
ثابت قدم
لانبے قد کا
سیاہ بالوں میں
چوڑی پیشانی پر
ڈالے آڑھی لکیریں
مقرّر، مفکّر، محقق و فن کار
اور خوش گلو شخص

ہر شام گھنٹوں
کسی جام میں گھول کر
نوش کرتا ہے
اپنی سبھی انگنت خوبیاں
اور لگتا ہے جیسے کوئی مسخرہ
پر ہنساتا نہ ہو
اس پہ ہنستے ہوں لوگ

☆☆

ایک رات

کیوں ابھی اشک میں بہانے لگوں
اوڑھنی رنج والم کی اوڑھوں
سوچ پر درد وغم کو حاوی کروں
روح میں وسوسوں کو جگہیں دوں
تیری رخصت کو ابھی چار پہر باقی ہیں
تو فرائض کی ڈگر جانے سے پہلے اس شب
میرے احساس کی کلیوں پہ ٹھہر جانے دے
قرب کا کوئی شبنمیں موتی
پھر تصور میں بسائے کوئی ننھا سا وجود
چاند کو سوچتی میں سوتی رہوں
اور جدائی کا نہ منظر جھیلوں
تو سحر ہوتے ہی جب چل دے تو
ہو کے غمگین تری راہ تکوں

☆☆

چاند پکڑنے والی لڑکی

غصہ اُسے نہیں آتا ہے
باتیں بھی کم ہی کرتی ہے
ساکت سی دیکھا کرتی ہے
یا چپکے سے رو لیتی ہے
اُس کی دونوں آنکھوں میں، اب
اک بھی خواب نہیں رہتا

وہ،
جیسے رکھو رہ لیتی ہے
ہر موسم کو سہہ لیتی ہے
اور اس کے جیون میں جانے
کیسی اک رُت آن بسی ہے

چاند پکڑنے والی لڑکی
اب پتھر پتھر آنکھوں سے
بس تارے گنتی رہتی ہے

☆☆

پاس ورڈ

(Pass Word)

رات کی تاریکی میں کہیں دور سے
چیختے کتوں کی آرہی ہیں صدائیں
میں تنہا ہوں، خاموش ہوں، ڈر دستاتا ہے
پر وہ بچپن میں ڈر کر دبک جانے والی
نہیں بات لیکن، میں کوشش میں ہوں
پھر اُسی خوف کو خود پہ طاری کروں
جاؤں ونڈو (window) میں ماضی کی
کچھ میل (mail) دیکھوں
کوئی میل (mail) بھیجوں
مگر یاد آتا نہیں پاس ورڈ (Pass Word)

وہ محفوظ ماضی جہاں کھو گیا
اُس نگر کو کوئی راہ جاتی نہیں
اُس نگر سے کوئی راہ آتی نہیں

☆☆

ابلیسیت

کسی انساں کی صورت میں
کوئی ابلیس فطرت شخص
لب پر جب مفتّن بات لے کر پاس آئے
مسکرائے بھی تو نیّت بھانپ لینا
پُرسکوں دل میں اُسے
طوفاں اٹھانے کی اجازت
تم کسی صورت نہ دینا
اور وہاں اک پل نہ رکنا
گر نہ ایسا کر سکو تو
ہاتھ میں پتھر اُٹھانا
اور شیطاں پر نشانہ باندھ لینا

وادی اور سانپ

گولیوں کا سایہ ہے
بارودی سرنگیں ہیں
سوچ کے تعاقب میں
دوڑنے کی خواہش پر
رینگتا ہے چھپ چھپ کر
وِش بھرا اسمے کا سانپ

☆☆

کیوں غلط ہو گیا

یہ خودسر تقاضے
یہ سرکش ہوائیں
مخالف رتیں
اور صابر یہ دل
ہار کر ٹوٹ کے
اب کئی روز سے
کہہ رہا ہے مجھے
میں نے جو بھی کیا
سب غلط ہو گیا

☆☆

دل کا ناطہ

بہت غصے میں،
چڑ کر میں
خلاف اس کے ہی لکھ کر نظم
جب اس کو سناتی ہوں
بڑی ہی سادگی سے داد دیتا ہے
بڑی ایمانداری سے
کوئی عنوان بھی تجویز کرتا ہے
مجھے اس کی انہی باتوں پہ اکثر پیار آتا ہے
عجب یہ دل کا ناطہ ہے

☆☆

کوئی بچ کر کدھر کو جائے

پلک اُٹھانے میں بھی ہے لگتی ذرا سی طاقت
جو دیکھنا ہو کسی بھی شے کو
تو کرتی ہیں پتلیاں بھی محنت
رکابی تھامیں
تو ہاتھ کانپے
ذرا سے زینے پہ سانس پھولے
دہانے کے پاس ہی پہنچ کر
نشانہ چمچ کا چوک جائے
کسی بھی ہڈی کا جوڑ دُکھ کر
عجب انوکھا سا ڈر جگائے

یہ اُس بڑھاپے کا ذکر ہے جو
بہت خموشی سے لے کے آئے
اجل کے کالے سیاہ سائے
تو کوئی بچ کر کدھر کو جائے

☆☆

کوئی ٹکڑا اسا دل کا

(یامین اطہر کے لئے)

تیرے نرم بالوں پہ رکھ دوں
میں رخسار اپنا
تجھے اپنے دل سے لگا کر
میں جی بھر کے رو دوں
کہ دن سارے فرقت کے
بہہ جائیں بن کر میرے اشک
اور آسماں رحم کھائے
جو تم کو میری شفقت و ممتا سے
ہے رکھے ہوئے دور!
میں نے نہیں جنم تجھ کو دیا پھر بھی
دیدار کو تیرے کتنی ہوں مجبور

☆☆

اِس کا غم

جس شام دن بھر تڑپنے کے بعد
میرے ہاتھوں میں ہی
مر گئی میری اک پالتو ننھی مَینا
مجھے تم نے اس شام بھی
جام و مئے کے لئے
گھر میں چھوڑا اکیلا
تصوّر میں اُس شب
تمہاری وہ مجرم شبیہہ
ہو گئی نقش
جو مٹ نہیں پائے گی
اب سکوں کی گھڑی
جانے کب آئے گی

☆☆

اُس کا غم

جس دن اُس کے ہاتھوں میں
مر گئی تھی اس کی پیاری چڑیا
اس دن اُس کے غم نے
ہر اک شے کو
غمگیں کر ڈالا تھا
میں گر اس کے پاس ٹھہرتا
تو مر جاتا!

☆☆

ہوا کا رخ

صبر کا میرے امتحان نہ لو
رک جاؤ
ٹھہرو
دیکھو کہ ہوا کا رخ آج
ہے مخالف،
اور میں
ڈھیر پر بیٹھی ہوں بارود کے
اب
ایک مدت سے مری روح میں ہے آگ جسے
ضبط سے کتنے بجھاتی ہوں،
نہ جل جاؤ تم
پھنک نہ جائے کہیں منظر
اور ہر بات ختم ہو جائے

☆☆

حکمرانی

دور پچھلی گلی میں
کسی بچّے کے
گھر بدلنے سے
دل میرا غمگیں ہو کیوں
اس قدر
میری سوچوں پہ جذبات کی
حکمرانی نہ ہو
اُن مزاروں کے باہر
قطاروں میں بیٹھے اپاہج،
نہ آنکھیں مری نم کریں
یا خدا
تو مرے دل کو مضبوط کر دے

☆☆

سیاہ آسماں

کوئی خواب آور سی شب
جب اچانک برسنے لگے
بن کے طوفان آندھی
چمکنے لگیں بجلیوں کی لکیریں
اندھیرے میں ڈوبے ہوئے
خوفناک آسماں پر

برسنے لگے پانی پتھر سا بن کر
مری کھڑکیوں پر،

مچے شور باہر

میں اُس وقت کمرے کی تنہائی میں
ڈرنے لگتی ہوں کیوں
بارشیں جب کہ لگتی ہیں
اچھی مجھے
سچی سچی مجھے!

☆☆

دارِ منصور

شعلے برساتی نگاہیں،
دل میں تیروں سے اٹکنے والے جملے،
زہر آلودہ فضا اور اشک پینا
پھر اسی ماحول میں جینا،
یہ ہے تقدیر میری

اس طرح نرمی سے مت پوچھو
کہ روز و شب ہیں کیسے!
میں تمہارے لہجے کی اپنائیت سے
ٹوٹ جاؤں گی
کبھی پھر جی نہ پاؤں گی

☆☆

کیوں ایسے ہوتا

نہ ہم خونِ دِل میں ڈبو کر قلم
زخمِ دل کو پروتے ان الفاظ میں
جن کو پڑھ کر ڈھلکتے ہیں رخسار پر
ان گنت اشک، ٹکڑے جگر ہوتا ہے
جاں کہ جیسے لبوں پر اٹکتی ہے
تم
گر نہیں درد دیتے
تو کیوں ایسا ہوتا

☆☆

غزالہ

(پورنما کے لیے)

شبنم میں بھیگی کلیوں جیسے مکھڑے پر
پھول سے ہاتھ دھرے
وہ پہروں روتی ہوگی
بھولی چاہت میں دھوکے سے حیراں، عاجز،
ہرنی سی آنکھوں میں
خوف کے بادل لے کر
الھڑ لڑکی اک بھی رات نہ سوتی ہوگی

چھٹّیاں

پہاڑوں کی دھوپ چھن کے آئی
گلوں کا پتوں سے لمس لائی
روپہلی شفّاف ٹین کی چھت
یہ قوسیہ زینہ، اوس شبنم
سفید میگنولیا کا بوٹا
یہ بید کی ٹہنیوں کی کرسی
چمکتے چوبی مکاں سے اٹھتی
یہ وارنش کی سگندھ بھینی
یہ پاؤں کو گدگداتا قالی
دبیز صوفے مہین پردے
یہ سرد موسم کا نرم بستر
یہ جنگلوں میں پلے کبوتر
یہ بن کے پھولوں کی مست خوشبو
پکاریں سحر اس کو یا کہ جادو
یہ نرم رو بادِ روح پرور

یہ پتوں کی راز داں سی سرسر
جہاں بُنا قمریوں نے ہے گھر
یہ دل کشا دل نشیں منظر
نظر سے اوجھل کریں تو کیوں کر
یہ چھوڑ کر کیسے شہر جائیں

☆☆

دوسراہٹ

ملیں گے بیشتر کمروں کے
اکثر بند دروازے
کھلا ہوتا ہے در جب کوئی کمرے میں نہیں ہوتا
یہاں اندر ہے ویرانی
یہاں باہر ہے سناٹا
جسے ہم گھر سمجھتے ہیں
وہاں اک وقت میں دو لوگ
مشکل سے ہی ملتے ہیں

☆☆

بہت دن بعد

بہت دن بعد آ کر پاس بیٹھا ہے
وہ کہتا ہے
چلا جاؤں گا تم سے دور
میں دو سال کی خاطر
کرو گی یاد مجھ کو، روؤ گی
گھر میں کمی میری تمہیں محسوس ہو گی
سوچتی کیا ہو
تمہیں سچ ہی بتا دوں، اب،
کہ شاید پھر وہیں رہ جاؤں میں
بس کچھ مہینے اور ہوں،
ہر عمر کا اپنا تقاضا ہوتا ہے
اور مجھ کو بھی ان کچھ مہینوں میں
ضرورت ایک موٹر سائیکل کی ہے
وہ باہیں ڈال کے گردن میں میری مسکراتا ہے
مرا ممتا بھرا دل دھوکا کھاتا ہے

☆☆

قربانی

ایسے ہوتے ہیں کیا رشتے
جن کو سہنا پڑ جاتا ہے
نبھ ہی جانا شرط ہے جن کی
بے رنگ و بے کیف ہوں چاہے
پل پل کٹ جانا دوبھر ہو؟
دانت تلے جیسے کنکر ہو

وقت مرے بھی پاس ہے کتنا
رشتوں کا ہونے کی خاطر؟
جیون کیا کوئی سرحد ہے؟
جس میں قربانی دینی ہے
رشتوں میں کام آجانا ہے
اور پھر اچھا کہلانا ہے؟

☆☆

چھوڑ کے جانا آساں ہوگا

یادوں کے غم سے بچنے کی خاطر
تم، کچھ ایسا کرنا
کسی جگہ جاؤ تو بہت دنوں تک رہنا
وہاں کی ہر تبدیلی کو پل پل جی لینا
جو دل کو بھائے محفوظ اُسے رکھ لینا
اور نہ دل کو جو بہلائے
سوچنا اس کے بارے میں بھی
اس سے اُوب اُٹھے گا دل، اور
چھوڑ کے جانا آساں ہوگا

عالمِ ارواح

یہ گھر، عزت، خوشی،
یہ حسن، دنیا، پیڑ پودے
راستے، چڑیاں،
یہ نمکیں سی ہوائیں
میٹھی میٹھی دھوپ
رشتے، کام، یا خوش ذائقہ کھانے
محبت، ننھے بچے
اور بہت کچھ
جینے کی خاطر ضروری ہے
تو پھر کیوں اُوبتا ہے دل
کبھی جب زندگی اور موت
یکساں لگنے لگتی ہے

تھکن کے ایسے ہی پل جوڑتے ہیں
روح کو اک عالمِ ارواح سے یوں
آتما پرماتما کو ایک کرتے ہیں
سکوں ایسے بھی ملتا ہے

☆☆

نعمت

دن بھر بکھری پڑی تھی
اپنے بستر پر، لگتا تھا مجھ کو
حال برا، مستقبل ویراں
نم پلکیں مُندنے کو تھیں، اور
کھڑکی میں سے شام نے جھانکا
آنکھیں جا منظر میں الجھیں
پنچھی سی جیسے، بام پہ پہنچی

فلک تھا نیلا، فضا تھی مہکی
نیا نویلا چاند اور اُس کے
پاس چمکتا ایک ستارہ
دیکھ کے روح نے سرگوشی کی
حسن ہے کتنا اس دنیا میں، اور
میری دو آنکھیں زندہ
شکر ہے اللہ

☆☆

لانگ ڈِسٹینس کال

(Long distance call)

کبھی جب بجے لمبی دوری کی گھنٹی
سمجھنا کہ تم کو کیا یاد میں نے
تم ہی سب سے پہلے اٹھانا ریسیور (receiver)
کبھی جب بجے صرف اک بار گھنٹی
تو اُس وقت بھی سوچ لینا یہی تم
تری یاد سے نم ہوئیں میری آنکھیں

مگر لمبی دوری کی گھنٹی، کبھی جب
سنائی نہیں دے مسلسل کئی دن
سمجھنا کہ تم کو کیا یاد دل نے
بڑی خاموشی سے
بڑی بے بسی سے

☆☆

بیدار ذہن

خوشبوئیں خواب کی لا
آ مرے تھکتے بدن، جلتے جگر کی خاطر
سرخ آنکھوں میں سکون بن کر چھا
کھینچ لے سوچ پہ چھائی ہوئی الجھن کی ردا
مجھ کو سب کچھ دے بھلا
یہ شعور ولاشعور، غیر شعور، تحت الشعور
چھوڑ دیں پیچھا مرا
جس طرح دن ہوا برباد نہ شب ہو جائے
جاگتا ذہن مرا خواب ہی بس کھو جائے
مری پلکوں کے جھروکوں میں سمانے کے لئے
مجھ کو کچھ دیر سلانے کے لئے
مری نندیا آجا

☆☆

شامِ تنہا

شامِ تنہا
یونہی چپ چاپ اندھیرے لے کر
گھر کے اندر ہی چلی آئی ہے
بتیاں گل کر کے بیٹھے رہیں
شام کو اور کچھ اداس کریں
رنج اور غم کو پاس پاس کریں

☆☆

ملتے رہئے

دوستوں کو ملتے رہنا
فون کرنا چاہئے
کچھ دنوں میں گر نہ ہوگا رابطہ
تو پھر مہینہ بھر نہیں ہوگا
یہ ہو سکتا ہے یوں اک سال ہی ہو جائے
اُس کے بعد گر نمبر ملائیں تو
بدل سکتا ہے وہ بھی
یا نہیں موجود ہی ہوگا
کہیں پھر دوست بھی موجود نہ ہو!
اس لئے تو
دوستوں کو ملتے رہنا فون کرنا چاہئے

☆☆

صبح

گہری نیلی روشنی
دلکش ہوائیں
باغ کی خوشبو
پرندوں کی صدائیں
سو رہے ہوں لوگ جب، کچھ جاگتے ہوں
اور زمیں، موسم، فضا کی خامشی
یا آسماں کی وسعتیں
سب اپنی ملکیت لگیں

وقت ہوتا ہے وہی
لکھنے کا، پڑھنے کا
بہت کچھ سوچنے کا
کھیلنے کا، سیر کرنے کا
عبادت کا، محبّت کا

☆☆

نجات

چمک آنکھوں کی چھپ جائے گی وحشت ناک نظروں میں
گھنی زلفیں، یہ چہرہ، دھول مٹی میں اٹا ہوگا
جو پہناوا نفاست سے پہنتی ہوں
شکن آلودہ، میلا اور پھٹا ہوگا
یہ ترشے بیضوی ناخن
رہیں گے بد وضع بد رنگ
لے کے ہاتھ میں پتھر ہنسیں گے لوگ مجھ پر
اپنی دلچسپی کا کچھ ساماں کریں گے
بے حسی میں گرد ڈھلا آنچل
کریہہ آنکھوں سے گھوریں گے
اگر ہو جاؤں گی دیوانی میں
لیکن!
مجھے ان ساری باتوں کی کوئی پرواہ کیوں ہوگی
جو ہو جاؤں گی دیوانی
میں سب باتوں سے انجانی
کوئی ٹوٹا سا افسانہ
کوئی بیتی ادھوری سی کہانی

☆☆

جائے اماں

کوئی ایسے میں بلائے گا نہ ڈانٹے گا مجھے
بے وجہ کر کے تقاضے نہ رُلائے گا مجھے
کہ میں اس باغ کے گوشے میں ہوں بیٹھی خاموش
تیرے شانے پہ ٹکائے ہوئے بھیگا رخسار
اور مسکان مرے لب پہ کھلی جاتی ہے
روح نغمہ سا کوئی گاتی ہے
تھام کر ہاتھ یونہی روک مجھے
اور کچھ دیر کہیں جانے نہ دے

☆☆

بحرِ ذخّار

خوشبوویں بندکئی غنچوں میں
بحرِ ذخار کسی پیالے میں
تہہ در تہہ قطار باندھے، چپ
مجھ سے ملنے، مرا ہونے کے لئے
مری فرصت کی رسائی سے دور
جھانکتا پنّوں سے چھپ کے جیسے
علم ہے بند مرے گھر میں رکھی
انگنت کتب میں اداس پڑا

انگریزیت

دریچے پر نظر گاڑے
پریشان ہو کے ہم بولے
گزشتہ شب سے جاری
اس برستے مینہہ سے ہم کو
عجب تشویش ہوتی ہے
یہ عالم گر رہا تو کل تلک
گنگا بھی طغیانی پہ ہوگی
اور رہائش عارضی جن کی ہے
ان کا حال کیا ہوگا!

یہ سن کر کچھ نہ سمجھے تھے ہمارے 'ٹین ایجر'[1]
اور بولے،
''چھوڑیئے اس بات کو'مام'[2]
دیکھیے بھی تو یہ 'ہیوی رینز'[3] رکتی ہی نہیں ہیں
اور 'کنڈیشن'[4] جو اسی طرح رہی کچھ دن

Condition (4) Heavy Rains (3) Mom (2) Teenager (1)

تو گینجز[1] میں بھی فلڈ[2] آ جائے گا
اور اک دفعہ پھر سلمز[3] کا سارا ایریا[4]
پانی میں بہتا جائے گا

☆☆

Area (4)   Slums (3)   Flocd (2)   Ganges (1)

دل کے چار خانے

جس میں میرے لیے چاہت ہے دہائی بھر سے
وہ الگ خانہ ہے
ایک میں عشق ہے اس کا
آج دو برسوں سے
تیسرے خانے میں رہنے کے لئے آئی ہے
ایک ہمسائے کی مہماں لڑکی
اور ابھی خالی ہے چوتھا خانہ
سارے جذبوں کو ادا کرتا ہے انصاف کے ساتھ
مری چاہت کے بنا جی نہیں سکتا ہے اور
فون معشوقہ کا آجائے تو کھِل اٹھتا ہے
نئی لڑکی کے لئے آتا ہے برآمدے میں
چائے پیتا ہے وہاں بیٹھ کے میرے ہی ساتھ
اکثر و بیشتر خوش ہی نظر آتا ہے مگر
خالی خانہ اسے بے چین بھی کرتا ہے کبھی
دل اُسے ایسا ہی قدرت نے دیا ہے اور میں
اس کی پسلی سے بنی ہوں، اس کا غم جانتی ہوں
کتنا معصوم ہے، پہچانتی ہوں

☆☆

یہ مجھے اچھا نہیں لگتا

اپنے ہونٹوں پہ سجاؤ نہیں ہر پل مسکان
یوں نظر سے نہ ہمیشہ مرا طواف کرو
مجھ کو دیکھو نہ عقیدت کو محبت میں ملا کر ایسے
غلطی میری نہ ہنس کر ٹالو
میری ہر ہاں میں ملاؤ مت ہاں
بے ضرورت تمہارے چہرے پر
اس طرح ٹھہری ہوئی نرمی سے
دل مرا سخت ہوا جاتا ہے
یہ مجھے اچھا نہیں لگتا ہے

رات بھر بارش ہوئی ہے

دُھلے دھلائے
گیلے گیلے
پیڑ کی ٹہنی پر بیٹھی ہے
بائیں اور کے پنکھ کو نیچے تک لٹکائے
اک بلبل بھیگی بھیگی سی
دکھیاری سی

☆☆

بے حسی

پھول کھلنے کی مسرت
نہ اجڑنے کا غم
جی کو بہلاتے نہیں
نغمے بھی اب چڑیوں کے
رنج کتنا ہو
نہیں اشک برستے اس کے
اس کے آنچل سے نہیں کھیلتی
اب بادِ صبا
رُوح کو بھاتی نہیں کالی گھٹا
کھو چکی ہے وہ سبھی احساسات
زندگی لے کے نہ جانا وہاں ویرانی میں
بھول کرنا نہیں نادانی میں!

☆☆

دستاویز

(بدران کے لئے)

ضروری کاغذوں میں
گھر کی ملکیت کے کاغذ
بجلی، پانی، فون کے بل کی رسیدیں
تعلیمی اسناد، نیگیٹو (NEGATIVE) کسی تصویر کا
کچھ خط بزرگوں کے
نکاح نامہ یا اس کی نقل،
لیکن اہم چیزوں میں،
تمہارے ننھے ہاتھوں کی ہے اک تحریر بھی محفوظ
تم نے جن دنوں سیکھا تھا لکھنا
اور یہ دستاویز کتنی اہم ہے کتنی ضروری تھی
بنا جس کے مری ممتا ادھوری تھی

☆☆

چاہتوں کے گلاب

چل دےئے چھوڑ کر اگر تم تو
ختم ہوتی نہیں ہے دنیا یہیں
زندگی ایک بار ملتی ہے
آہ بھر کر نہ وقت کاٹوں گی
بے وفا ہو، ہوا کرو، میں بھی
درد اپنا کسی سے بانٹوں گی
زندگی کے حسیں چمن سے خود
چاہتوں کے گلاب چھانٹوں گی

وجودیت

کہیں دشت و بیاباں میں
کسی دیودار سے لپٹی
کوئی بے رنگ سوکھی بیل
یا کوئی کھنڈر ویرانے میں
پاتال سے نکلی کوئی اجڑی ہوئی تہذیب
کوئی بے نشاں بستی
کوئی ٹوٹا ہوا کتبہ
وگرنہ پھر کسی تربت کا اک بے نام پتھر ہی
میں ایسی کوئی بھی شے ہونا چاہوں
اس جہاں کی گمشدہ چیزوں کے اندر کھونا چاہوں

☆☆

تشنگی

پرانے وقت کی وہ بولیاں جو بولتے تھے لوگ
یا ساری زبانیں جو تھیں رائج
جن میں تھے تحریر سب نایاب نسخے
مسئلوں کے حل، حکایت اور روایت
آگہی کے تجربے، قصے محبت کے
بہت سی لوریاں، شکوے گلے
آدابِ محفل یا سلیقہ زندگی کا
اور بہت کچھ!
علم کے وہ سب خزانے
جو ازل سے تھے
ابد تک جو کھلیں گے،
منکشف گر ہم پہ ہو جائیں
تو ہم بھی کچھ سکوں پائیں

☆☆

کوئی بات کرو

منہ بسورے یہ شام کھڑکی پر
آن بیٹھی ہے دوپہر ہی سے
دل کہ جیسے خزاں زدہ پتہ
ٹوٹنے کو ہے، کوئی بات کرو

☆☆

جینے کی ضمانت

ساتھ تیرا مرے جینے کی ضمانت ہے اگر
مرے سانسوں کی امانت بھی ہے
میں ترے قرب میں گم ہو جاؤں
کہ کوئی تیری پناہوں سے مجھے
چھین کر لے نہیں سکتا ہے کبھی
دائمی ساتھ ہے ہم دونوں کا
آ کبھی پھر نہیں جانے کے لئے
آ مجھے اپنا بنانے کے لئے
اے مری جان سے پیاری،
مری تنہائی........آ

☆☆

عراق کی ایک تصویر

جھکا ہوا سر
پیشانی پر ڈھیروں بال
نیلی نم آنکھوں میں انجانا پن
خوف کے سائے اور حیرانی بھی
ننھے سے نتھنے سکڑے سے
لب پر خم آیا ہی تھا
ٹھوڑی ساتھ لگی تھی پیلے 'کالر' کے
سرخ 'سویٹر' والی باہیں خم
بے چین سے ہاتھ کھلے
جیسے وہ کہہ سکتا ہو، تم
مجھ کو گود میں لے کر ان تک پہنچا آؤ
جن کو میری دو سالہ آنکھیں پہچانیں
ابھی تو وہ سب پاس تھے میرے
مجھ کو ایسے تنہا گھیرے
کتنی تصویریں کھینچو گے

☆☆

ٹین ایجر

ایسا ہوسکتا ہے کیا
اک نئی پود عجب سوچ کا تُو
عمر سے اپنی نکل کر آگے
مول لیتا ہے بڑوں سے حُجّت
اپنے چھوٹوں پہ بگڑ جاتا ہے
بے سر و پیر کی باتوں میں اُلجھ کر اکثر
یوں سمجھتا ہے کہ تُو دے گیا ہر اک کو مات
زور سے بھیڑ کے دروازے کو
کچھ پشیمان بھی ہو جاتا ہے

ایسا ہوسکتا نہیں............؟
لوٹ آئے تری معصوم ہنسی
بھولے بھالے وہ سوالات
بہل جاتے تھے جو
میرے آنچل کی پناہوں سے حفاظت پا کر
کاش کچھ ایسا ہی ہو جائے کہ تُو
مری باتوں کو سنے
انہیں سمجھے سوچے
اور نہ کوئی بحث کرے

☆☆

پل چھِن

ورق تھوڑے سے ہی اب رہ گئے ہیں
تم کو گر اتنی ہی جلدی ہے
تو کیسے کام ہو گا پھر
تمہیں اک پل کو دیکھا
غلطی کر دی؟

ذرا ٹھہرو
ابھی تو رات کے دو ہی بجے ہیں
اور یونہی دیوار پر
چپ چاپ بس لٹکی رہو
ان دونوں کانٹوں کو سنبھالے
جس طرح تخلیق کی سُولی پہ جاں لٹکی ہے میری

☆☆

آشیاں

کھردری لکڑی کی عارضی میز پر اٹکا رندہ
یہ آری
برادے کی خوشبو، یہ بالو کی ڈھیری
ہمہ رنگ کنکر، یہ خوش رنگ پتھر
ہری ٹائیلیں اور منقّش دریچے
یہ لوہے کی جالی، یہ شہتیر، سریے
نئے بوئے پودے، چمن چھوٹے چھوٹے
دبی گھاس پر نقشِ پا ہلکے ہلکے
یہ مصروف ہاتھ اور آنکھوں میں سپنے
اِدھر سج رہا ہے
اُدھر بن رہا ہے
یہاں اک محبت کا گھر بن رہا ہے

☆☆

ضِد

کوئی سنت صوفی
یونہی بے خطا گر
مجھے شراپ دے دے
کہیں جنگلوں میں، میَں پتھر کی ہولوں
درختوں پہ طائر چہکتے رہیں
بوندیں برسا کریں
مجھ کو کیسا لگے گا؟
یا پھر کوئی نہلائے میرے بدن کو
مجھے چار لوگ اپنے کندھوں پہ دھر کر
اُتار آئیں گہرائی میں قبر کی،
کیسا محسوس ہوگا؟
کہ انسان کا ذہن بھی چیز کیا ہے
جو آجائے ضِد پر تو کیا سوچتا ہے

☆☆

شام بارش کی

کون سے کوہ کی آڑ میں لی خورشید نے جا کر آج پناہ
چوطرفہ یلغار سی کی ہے ابر نے بھی تا حدِ نظر
دھیمے چلتے کالے بادل، اڑتی سی اجلی بدلی
رقصاں رقصاں جھلک دکھا کر رہ جاتی ہے برق کبھی
پتوں کے جھرمٹ میں سائے کجلائے لہرائے سے
پھول حلیمی سے سر خم اور کلیاں کچھ شرمائی سیں
دانستہ بارش میں اڑتے پھرتے آوارہ طائر
یہاں وہاں بیٹھے کتنے بھیگیں چپ چپ خوش ہو ہو کر
بجلی کی مانوس کڑک، شہ زور گرج یہ بادل کی
اب کے کتنی دھوپیں ہم نے اس موسم کی راہ تکی

حوالے ترے

دل میں یادوں کی صورت بساؤں تجھے
موتیوں سا پرولوں میں مژگان میں
آنسوؤں کی طرح جگہ آنکھوں میں دوں
دل میں رکھوں کہ جیسے جدائی کا غم
سونپ دوں تیرے ہاتھوں وجود اپنا میں
خوشبوئیں ، چاندنی ، نیند ، بچے ، ہنسی
سارے حالات سے بس گزر جاؤں میں
آ اُداسی مری تجھ کو بہلاؤں میں

☆☆

سلسلہ

آ گئی شام اداسی لئے اس کمرے میں
طے ہوا، ہم پہ یہ شب آج بھی بھاری ہو گی

خطا

تُو میرے شہر میں ہے اور اک صدا بھی نہیں
کہ جب وفا کے سوا کچھ مری خطا بھی نہیں

جانِ ناتواں

اس طرح کے فن پارے کس طرح پڑھے کوئی
گرد پوش پر جب ہو ایسی پُرکشش صورت
کتنا بوجھ اُٹھائے گی جانِ ناتوں میری

قبضہ

تری آواز میں جادو، ترے لفظوں میں طلسم
سحر کر کے نہ دل و جان کو لے قبضے میں

خوشبو

میں نے رُخسار چھو لیا اپنا
ترے ہاتھوں کی آ گئی خوشبو

☆☆

غزلیں

غزل

①

بڑی گتھیاں ہیں بڑے مسئلے ہیں
کہیں کس سے ہم کس قدر مرحلے ہیں
کوئی دن کی باتیں ہیں، کچھ اور سانسیں
بہت مختصر روح کے سلسلے ہیں
یہ سرسبز کوہ ، وادیاں یہ سکوں کی
کہیں ان کے نیچے چھپے زلزلے ہیں
گلستان ہی زد میں ہے بجلیوں کی
لیے چار تنکے کدھر ہم چلے ہیں

کڑی دھوپ گم گشتہ راہیں بے منزل
شکستہ پری ہے ، بلند حوصلے ہیں

☆☆

غزل

(۲)

آزمائش نہ کرسکیں گے کبھی
ہم کہ سازش نہ کرسکیں گے کبھی

ان دِواروں پہ اُگ گئے کانٹے
اب رہائش نہ کرسکیں گے کبھی

جس میں نقصان ہو کسی کا بھی
ایسی خواہش نہ کرسکیں گے کبھی

کوئی اپنا بھی گر غلط ہوگا
ہم سفارش نہ کرسکیں گے کبھی

نام مقطعے میں کس طرح لکھیں
خود ستائش نہ کرسکیں گے کبھی

☆☆

غزل

(۳)

گزار دیں گے یونہی ہم بھی ساعتوں کی طرح
کسی مقام پہ بے نام تربتوں کی طرح

کہیں خلوص پہ آئے نہ عشق کی تہمت
مرے حواس پہ چھاؤ نہ خوشبوؤں کی طرح

تمہاری چپ سے نہ ہم پر سکوت چھا جائے
اندھیری رات کے ویران مقبروں کی طرح

جو نم ہو آنکھ تو دیکھے گا غیر سا بن کر
جو روئے دل تو ہنسے گا وہ دوستوں کی طرح

نہ دشمنوں پہ بھی آئے فراق کا موسم
کوئی جدا نہ کسی سے ہو سرحدوں کی طرح

وہ ایک لفظ کا معنی نہ جان پایا کبھی
میں جس کی سوچ کو سمجھی تھی معجزوں کی طرح

☆☆

غزل

(۴)

ذکرِ صدمات اب بھی باقی ہے
رنج کی بات اب بھی باقی ہے
جھولیاں بھرنے والے چشمِ کرم
خالی اک ہاتھ اب بھی باقی ہے
خود کلامی سی کرنے لگتی ہوں
یوں ترا ساتھ اب بھی باقی ہے
گردشِ آسماں تمام ہوئی
طنزِ حالات اب بھی باقی ہے
کس نے دیکھا ہے کل چلے آوَ
آدھی برسات اب بھی باقی ہے
اک سیاہ رات ختم ہوتی ہے
اک سیاہ رات اب بھی باقی ہے

☆☆

غزل

(۵)

گم نہ ہو جانا سرابوں کی طرح
تم کو مانگا ہے دعاؤں کی طرح

خود میں وہ اور میں اندیشوں میں گم
ساتھ ہیں شعر کے مصرعوں کی طرح

درد تھا اس کی ہنسی میں پنہاں
ہم بھی مُسکائے تھے زخموں کی طرح

ڈوبتی تھی میں کوئی نیا سی
دیکھتا تھا وہ کناروں کی طرح

بے مروّت تیری چاہت کا کبھی
ذکر کرتے تھے مثالوں کی طرح

☆☆

غزل

(۶)

عوام و خاص کو جو سر کا تاج کرتے ہیں
وہی دلوں پہ بہت وقت راج کرتے ہیں
ہمارے دل کے سکوں کا سبب ہے کام یہی
جو چھوڑ سکتے ہیں کل پر وہ آج کرتے ہیں
اداس چہروں کے سر ہوتے ہیں کہ مسکا دیں
کچھ ایسے کام بھی ہم خوش مزاج کرتے ہیں
نہیں پسند کہ تقلید دوسروں کی کریں
نئے چلن کو ہمی تو رواج کرتے ہیں
تلاش ساتھ کی دانے کی ذکر خطرے کا
طیور گاتے نہیں کام کاج کرتے ہیں

☆☆

غزل

(۷)

کہاں ہوں آج کل کیسی ہو شاید اس نے پوچھا ہے
مجھے اک ننھا بچہ دیکھ کر یوں مسکرایا ہے
سلا دیتے ہیں ذی حس ذہن کی ہر بیقراری کو
طبیبوں نے مرے غم کا مداوا نیند ڈھونڈا ہے
ہوا اچھا کہ اصلی شکل تیری دیکھ لی ہم نے
وگرنہ دردِ فرقت جھیلنا دشوار کتنا ہے
اِشارے سے کہو کھڑکی پہ آکے کیسے لگتے ہیں
تمہاری دی ہوئی چنری کو ہم نے آج اوڑھا ہے
نظر پھیری اگر تم نے پلٹ کر بھی نہ دیکھیں گے
بھری دنیا ہے تحفہ سانس کا اک بار ملتا ہے

☆☆

غزل
۸

گل و لالہ و زعفران اور رستہ
نہ بھولیں گے ہم وہ مکان اور رستہ
مری راحتیں ہیں تری مسکراہٹ
یہ ابرو، نظر، سائبان اور رستہ
وہ منزل ہے، تم منتظر ہو غلط تھا
اکیلے ہیں ہم نیم جان اور رستہ
مسافت کڑی ہے مگر حوصلہ دیں
یہ رستوں پہ لکھے نشان اور رستہ
مری مفلسی سوچ میں ہے کہ مجھ سے
وہ چھینے مرا آسمان اور رستہ

☆☆

غزل

(۹)

یونہی رشتوں کو استوار کریں
اس تعلّق کو خوشگوار کریں

بہتر ہو رہا ہے موسم اب
ان فضاؤں کو باوقار کریں

سرحدوں کا بھی احترام رکھیں
دوستی کو بھی شاندار کریں

اس نے ہم کو دیا ہے گلدستہ
اس کی راہوں کو ہم بہار کریں

ریگزاروں میں گلفشانی کریں
سارے صحرا کو سبزہ زار کریں

☆☆
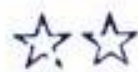
غزل

(۱۰)

مری تنہائی بانٹتے ہیں ورق
ہاتھ کا لمس مانگتے ہیں ورق

میں کہ خاموش پڑھنے لگتی ہوں
کچھ نہ کچھ جیسے بولتے ہیں ورق

ہو چکا ہے جو علم اب نایاب
اور جو پھیلے گا جانتے ہیں ورق

سوچتا ہے یہ ذہن کیا کیا کچھ
بے سبب ہم الٹ رہے ہیں ورق

ہوش مندی سے ڈائری لکھنا
دونوں جانب سے دیکھتے ہیں ورق

روح کو دو جہاں کی راحت دیں
رحل پر راہبر رکھیں ہیں ورق

☆☆

غزل

(۱۱)

بیکسی کا عالم ہے، عاجزی کا موسم ہے
تم بدل گئے ہم پر جاں کنی کا موسم ہے

ہاتھ اٹھائے شاخوں نے، سرنگوں ہیں گل غنچے
سرمئی یہ نوری صبح، بندگی کا موسم ہے

بادلوں کی چادر سی اوڑھ لی درختوں نے
کچھ گھڑی کو آ جاؤ شاعری کا موسم ہے

مالکونس سنتی میں رنگ پرچ میں گھولوں
اوڑھ لوں کتابوں کو آگہی کا موسم ہے

گنگناتے طائر بھی نوحہ خواں سے لگتے ہیں
غم رسیدہ غم خوردہ آج جی کا موسم ہے

چھوڑ دی ہے اب تھک کر ناؤ رخ پہ پانی کے
رہ اجل کی تکتے ہیں بے بسی کا موسم ہے

☆☆

غزل

(۱۲)

بسر گریوں ہی ہو تو کیا فائدہ ہے
یہی زندگی ہو تو کیا فائدہ ہے

اِدھر میرے گھر میں نہیں کوئی کھڑکی
اُدھر چاندنی ہو تو کیا فائد ہے

عیاں ہے نظر سے تری، چور دل کا
زباں قند سی ہو تو کیا فائدہ ہے

عجب پُر سکوں پُر سکون سی ہے خلوت
مگر تم نہیں ہو تو کیا فائدہ ہے

مروّت میں کوئی کہاں تک نبھائے
کہ جاں پر بنی ہو تو کیا فائدہ ہے

☆☆

غزل

(۱۴)

میں درد جاگتی ہوں زخم زخم سوتی ہوں
نہنگ جس کو نگل جائے ایسا موتی ہوں
وہ میری فکر کے روزن پہ کیل جڑتا ہے
میں آگہی کے تجسس کو خون روتی ہوں
مری دعا میں نہیں معجزوں کی تاثیریں
نصیب کھوجنے والی میں کون ہوتی ہوں
شجر کو دیتی ہوں پانی وہ آگ اگلتا ہے
میں فصل خار کی چننے کو پھول بوتی ہوں
فضا میں چھوڑ دیے ہیں زباں کے ناگ اس نے
میں سانس لینے کی دشواریوں پہ روتی ہوں

☆☆

غزل

(۱۴)

مرے دیوار ودر آنسو، مرا رختِ سفر آنسو
ترا دامن نہ ہوگا گر تو جائیں گے کدھر آنسو

پلٹ آئی دعا پھر کیوں نہ جب خورشید مانگا تھا
مگر کیا عرش تک جاتے، مرے بے بال و پر آنسو

وہ پتھر دل مجھے محفل میں ہنستے دیکھ حیراں تھا
میں دانستہ ہی رکھ آئی تھی اس دن اپنے گھر آنسو

ہوا تھی ایسی غصّیلی، کہ بادل لے اُڑی سارے
یہ غم سہنے میں سوکھے ہیں، زمیں کے کسقدر آنسو

شبِ تنہا نظر آتا ہے تجھ میں عکس یہ کس کا
مری آنکھوں میں رہتا ہے، تو میری فکر کر آنسو

☆☆

غزل

(۱۵)

کبھی کبھی ہم کو یہ گھر آنگن کُھلتا ہے
خالی بیٹھے ہوں تو خالی پن کُھلتا ہے
بارش کی دیوانی بادل کی عاشق ہوں
تیرے بِن لیکن مجھ کو ساون کُھلتا ہے
مری وفا پر اس کی نیّت صاف نہیں ہے
جس طرح دھنوان کو اک نردھن کُھلتا ہے
گجرا پہنوں اور نہ کوئی گجرا باندھوں
تو جو نہیں تو مجھ کو یہ تن من کُھلتا ہے
بابل کی منشا پر مجھ کو بھی جھکنا تھا
ورنہ کب چڑیوں کو اپنا بن کُھلتا ہے

☆☆

غزل

(۱۶)

عجب آندھی سی بڑھتی آرہی ہے
صبا پیچھے کو ہٹتی جارہی ہے
سرابوں کے سفر پر مت نکلنا
شکستہ راہ کچھ سمجھا رہی ہے
بھگونے کو مری آنکھیں ہوا پھر
ترے ہاتھوں کی خوشبو لارہی ہے
کہاں جاؤں میں اس سے بچ کے آخر
تمہاری یاد پیچھے آرہی ہے
مری کھڑکی پہ آکے ایک بلبل
کوئی غمگین نغمہ گارہی ہے

☆☆

غزل

(۱۷)

چوکھٹ پہ آنکھیں رکھ آئے
مرضی اس کی آئے نہ آئے

دل کر ڈالا ہم نے پتھر
چاہے وہ کتنا پچھتائے

منی چونچ کی ننھی چڑیا
اتنا اونچا کیسے گائے

تپتے سورج کے پیروں سے
اپنا سایہ کھینچ کے لائے

اک سلوٹ اس کے ماتھے کی
سو سو بار ہمیں تڑپائے

☆☆

غزل

(۱۸)

گھڑی سے امتحاں کی بھی نہیں مرعوب ہوتا ہے
جو دامن صبر کا تھامے وہی ایوّب ہوتا ہے
غلط جو بھی ہو اس کی ذمے داری ہم پہ عائد ہے
کہ ہر اک کارنامہ ان سے ہی منسُوب ہوتا ہے
مرے نسب و امارت سے مرے حسن و ذہانت سے
سبھی مرعوب ہوتے ہیں، کہاں محبوب ہوتا ہے
زمانے نے بہت دن سے کیا رائج چلن ایسا
نہیں ہوتی خطا جس کی وہی معتوب ہوتا ہے
لکیریں کھینچ دی ہیں ذہن میں معیار کی ہم نے
وگرنہ دل کی جانب سے تقاضا خوب ہوتا ہے

☆☆

غزل

(۱۹)

نظر سے ہی اگر اس شام تم اک بات کرتے
نہ ہم پر طنزیہ بدلے ہوئے حالات کرتے
کہ آنکھیں نم ہی ہوتی رہتیں رہ رہ کر ہماری
نہ خائف اس طرح ہم کو نئے خدشات کرتے
یہ کیسا درد دل کے درمیاں گھر کر گیا ہے
بہت مجروح جسم و جاں کو ہیں صدمات کرتے
ذرا سا ذہن کے قابو میں رہتا دل یہ ناداں
نہ یوں بے دست و پا مجھ کو مرے جذبات کرتے
بھروسہ پھر مری تنہائی تم پر کاش کرتی
تو پہلے کی طرح ہم موسموں کی بات کرتے

☆☆

غزل

۲۰

ایک انجانی سی شے کو ڈھو رہے ہیں آجکل
ہم کہ اپنے بوجھ سے تھکنے لگے ہیں آجکل
اک دفعہ پھر جانچ لینا ہوگیا مشکل ہمیں
بے دلی سے کام سب نبٹا رہے ہیں آجکل
وحشتوں نے دیکھ ڈالا عظمتوں کا آکے گھر
کچھ سرِ مقتل ہیں کچھ سہمے ہوے ہیں آجکل
اس جگہ پیڑوں کے جھرمٹ، آشیاں چڑیوں کے تھے
کچھ دو کانیں ، گاڑیاں، کچھ گھر کھڑے ہیں آجکل
دوسروں کے نام کردی ہم نے اپنی ہر شناخت
وہ کہ اک اک سانس کے پیچھے پڑے ہیں آجکل

☆☆

غزل

(۲۱)

مر جاتے ہیں جذبے لوگ بدل جاتے ہیں
کچھ آدم پتھر کے بت میں ڈھل جاتے ہیں

موتی چھوڑ کے سیپی چن لیتے ہیں بچّے
چاند کی خاطر بھی یہ پھول مچل جاتے ہیں

یہ لمحہ جو مانگے اِس پل ہی دے دینا
کل پر چھوڑے کام تو اکثر ٹل جاتے ہیں

مظلوموں کو ملزم ٹھہراتا ہے منصف
سارے ظالم بچ کر صاف نکل جاتے ہیں

جب اک اک پل گنتے تھے تم تک آنے کو
اب گر آج ہو ملنا تو ہم کل جاتے ہیں

☆☆

غزل

(۲۲)

تھک گئی ہوں اب اور کچھ نہ کروں
ایسے سوچوں کہ کچھ نہیں سوچوں
شام کو بام کے کنارے مَیں
آتے جاتے طیور گنتی رہوں
کچھ گھٹاؤں سے گفتگو ہو آج
حال کچھ بادلوں کا بھی پوچھوں
یہ جہاں سامنے ، شعور میں ایک
لاشعوری یہ بات ہے ، کیا ہوں
میں نے لب سے تجھے قبولا ہے
تری آنکھیں ہیں میرے دل کا سکوں

☆☆

غزل

(۲۳)

صد مبارک ہو سفر کا راستہ
بھول مت جانا یہ گھر کا راستہ

دیر اتنی بھی نہ کرنا پوچھیں لوگ
کیسے بھولے تم اِدھر کا راستہ

گھر تلک آتے ہوئے ملتا ہے روز
راستے میں اس کے گھر کا راستہ

ہم اسی رستے پہ جا کر لٹ گئے
جس کو سمجھے چارہ گر کا راستہ

گھر کی جانب ہی چلے تھے ہم مگر
یہ نہ جانے ہے کدھر کا راستہ

☆☆

غزل

(۲۴)

خار دیتا ہے وہ لے کر پھول ہ جا اب بھول جا
یہ ادا تیری تو ہے مقبول ، جا اب بھول جا
ہوگئی ایسی بھلا وہ کیا خطا کچھ تو بتا
کھینچ ڈالا بے رخی نے طول ، جا اب بھول جا
بند مت کرنا یہ دل کا راستہ ، ہے واسطہ
مانگ میں میری نہ بھرنا دھول ، جا اب بھول جا
دل تلک پھر سے رسائی خواب ہے ، سُرخواب ہے
کس قدر یہ بات ہے معقول ، جا اب بھول جا
پھر اگر اس کے بھروسے جائے گی پچھتائے گی
وہ ہے اپنے آپ میں مشغول جا اب بھول جا

☆☆

غزل

(۲۵)

اسے دیمک کی طرح رنج کوئی کھاتا ہے
بانٹنا ذہن سے غم دل کو نہیں آتا ہے
جن سے مطلب نہیں وہ کرکے ہماری باتیں
اپنے ہونے کی سند چاہیں تو کیا جاتا ہے
بحرِ غم پھیلتا جاتا ہے جوانب اطراف
قطرۂ اشک، ہمیں راہ سی دکھلاتا ہے
ہم بدل بیٹھے ہیں منزل دیر سے لوٹے ہو
اب کوئی راستہ اس اور نہیں آتا ہے
مانگ کو چھو لیا ہونٹوں سے کسی نے اک شام
ایک لمحے میں چھپا کوئی عجب ناتا ہے

☆☆

Tarannum's poems are the expression of an evolved sensibility rising higher in spirit from the roots that grow deeper into living experience. These are not poems of protest, nor are they mere outbursts of emotions. While the voice is confident and sure, there is also a running evidence of a creative search for identity, from within the parameters of a woman's life with its varied roles and dimensions.

In some of the poems, the tone of abandon used by the poet gradually adds to the density of the reflective mode. It is in these poems that the poet enters the unconventional domain of quiet interrogation. This actually speaks of the ripeness of thought in this poetry. Whenever Tarannum's words paint a large panoramic view of life, the experience of a single individual acquires its correct perspective. The poet manages this with finesse.

While Tarannum articulates the romance of married life in some poems, she also explores the strangeness of some relationships sensitively. It is her use of anti-climax that lends a peculiar sense of absurdity to the idea of human existence in her poetry.

This volume of poems is a journey that takes one in different directions, if only to eventually lead to a single goal - as in all good poetry-that of contacting one's own self.

Sukrita Paul Kumar

Tarannum Riyaz's sensitivity finds expression in her poems, which are like the undercurrent of the sea of life. She conveys her feelings in a subtle manner.

While the landscape of her feelings is familiar, the images of her emotions have the freshness of their own. She is seldom in a mood to dwell upon the theme of love as a revolt against their social pressures. Her feminine sensibility gets expressed when the ethical aspects are not overshadowed by her aesthetic approach to the anigma of love. For her, love emanates from the familial relations, which make human life meaningful.

She is seldom nostalgic but is always involved with the currents of life.lately she has taken recourse to the mystic view of life. Spirit, she believes, has an edge over matter

N.S. Tasneem

(Prof.)

PURANI KITABON KI KHUSHBU

(POETRY)

BY

TARANNUM RIYAZ

نام : ترنم ریاض

جائے پیدائش : سرینگر (کشمیر)

تعلیم : ایم۔اے، ایم۔ایڈ

تصانیف : (۱) یہ تنگ زمین (افسانے)

(۲) ابابیلیں لوٹ آئیں گی (افسانے)

(۳) یمبرزل (افسانے)

(۴) مورتی (ناول)

(۵) بیسویں صدی میں خواتین کا اُردو ادب (انتخاب برائے ساہتیہ اکادمی)

(۶) گوسائیں باغ کا بھوت (ترجمہ: ہندی سے، برائے ساہتیہ اکادمی)

(۷) سنو کہانی (ترجمہ ہندی سے، برائے ساہتیہ اکادمی)

(۸) ہاؤس بوٹ پر بلّی (ترجمہ انگریزی سے، برائے ساہتیہ اکادمی)

(۹) پرانی کتابوں کی خوشبو (شاعری)

(۱۰) چشمِ نقشِ قدم (تنقیدی اور تحقیقی مضامین)

زیرِ طبع : (۱) صحرا ہماری آنکھ میں (ناول)

مشغلہ : برقی میڈیا سے وابستگی

EDUCATIONAL PUBLISHING HOUSE

3108, VAKIL STREET, KUCHA PANDIT, LAL KUAN, DELHI-6 (INDIA)

PH: 23216162, 23214465 FAX: 011-23211540

E-MAIL: ephdelhi@yahoo.com

81-8223-154-X